تحریک خدام اہل سنت کا ترجمان
نظام خلافت راشدہ کا داعی
حق چار یار
قائد اہل سنت، وکیل صحابہ، حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہم
بانی و امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان

خدّام اہلسنت کی دُعاء

از حضرت مولینا قاضی مظہر حسین صاحب بانیٔ تحریک خدام اہل سُنت پاکستان

۲۰ محرم ۱۳۹۴ھ — ۶ فروری ۱۹۷۵ء

خدایا اہلِ سُنت کو جہاں میں کامرانی دے
خلوص و صبر و ہمت اور دیں کی حکمرانی دے

تیرے قرآں کی عظمت سے پھر سینوں کو گرمائیں
رسول اللہ کی سنت کا ہر سُو نور پھیلائیں

وہ منوائیں نبیؐ کے چار یاروں کی صداقت کو
ابوبکرؓ و عمرؓ۔ عثمانؓ و حیدرؓ کی خلافت کو

صحابہؓ اور اہلِ بیتؓ سب کی شان سمجھائیں
وہ ازواجؓ نبیؐ پاک کی ہر شان منوائیں

حسنؓ کی اور حسینؓ کی پیروی بھی کر عطا ہم کو
تو اپنے اولیاء کی بھی محبت دے خدا ہم کو

صحابہؓ نے کیا تھا پرچمِ اسلام کو بالا
انہوں نے کر دیا تھا روم و ایراں کو تہ و بالا

تیری نصرت سے پھر ہم پرچمِ اسلام لہرائیں
کسی میدان میں بھی دشمنوں سے ہم نہ گھبرائیں

تیرے کُن کے اشارے سے ہو پاکستان کو حاصل
عروج و فتح و شوکت اور دیں کا غلبۂ کامل

ہو آئینی تحفظ[1] ملک میں ختمِ نبوت کو
مٹا دیں ہم تیری نصرت سے انگریزی نبوت کو

تو سب خدام کو توفیق دے اپنی عبادت کی
رسولِ پاکؐ کی عظمت۔ محبت اور اطاعت کی

ہماری زندگی تیری رضا میں صرف ہو جائے
تیری راہ میں ہر اک سُنی مسلماں قتل ہو جائے

تیری توفیق سے ہم اہلِ سنت کے رہیں خادم
ہمیشہ دینِ حق پر تیری رحمت سے رہیں قائم

نہیں مایوس تیری رحمتوں سے مظہرِ ناداں
تیری نصرت ہو دنیا میں قیامت میں تیری غفراں

---

[1] الحمد للہ تمام مسلمانوں کا یہ متفقہ مطالبہ منظور ہو چکا ہے اور آئین پاکستان میں قادیانی اور لاہوری مرزائیوں کے دونو گروہوں کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا ہے۔

ناشر حکیم حافظ محمد طیب، مطبع فضل شریف پرنٹرز، مقام اشاعت دفتر ماہنامہ حق چار یارؓ لاہور مدینہ بازار ذیلدار روڈ اچھرہ لاہور

واضح ہو کہ اس دائرے میں ○ سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا سالانہ چندہ ختم ہو گیا ہے۔ لہذا اوّل فرصت میں سالانہ چندہ مبلغ -/۶۰ روپے ارسال فرمائیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اھدنا الصراط المستقیم

اصحابؓ بدر اور قرآن

ماہنامہ حق چار یارؓ شوال ۱۴۰۹ھ مطابق مئی ۱۹۸۹ء) میں بعنوان "رمضان۔ بدر اور اصحابِ بدر" ایک مضمون شائع ہوا تھا جس میں بعض مباحث تشنہ رہ گئے تھے جن کی تکمیل کے لیے "اصحابِ بدر اور قرآن" کے عنوان کے تحت یہ دوسری قسط شائع ہو رہی ہے۔
یہ ایک حقیقت ہے کہ انسانوں کی باہمی جنگ وقتال کوئی اچھی چیز نہیں بلکہ قبیح اور مذموم فعل ہے اور جب خالقِ کائنات نے ملائکہ کے سامنے ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ انی جاعل فی الارض خلیفۃ ط (سورۃ بقرہ آیت ۳۰) ضرور میں بناؤں گا زمین میں ایک نائب (ترجمہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ) تو انہوں نے بارگاہِ صمدیت میں یہ عرض کیا تھا۔ اتجعل فیھا من یفسد فیھا ویسفک الدماء ونحن نسبح بحمدک ونقدس لک ط (کیا آپ پیدا کریں گے زمین میں ایسے لوگوں کو جو فساد کریں گے اور خونریزیاں کریں گے اور ہم برابر تسبیح کرتے رہتے ہیں بحمداللہ اور تقدیس کرتے رہتے ہیں آپ کی" ترجمہ حضرت تھانویؒ) تو ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا انی اعلم ما لا تعلمون۔ میں جانتا ہوں اس بات کو جس کو تم نہیں جانتے" فرشتوں نے انسان کی جسمانی ساخت کی بنا پر اپنا شبہ ظاہر کیا تھا کہ انسانی جسم کی ترکیب کے اربعہ عناصر (مٹی۔ ہوا۔ پانی اور آگ) میں آگ کا بھی عنصر ہوگا تو آگ کے اثر سے وہ غضب ناک ہو کر باہمی جنگ وقتال کریں گے لیکن انسانی روح کے کمالات پر ان کی نظر نہ تھی کہ باوجود عنصر آتش کے روحانی اثرات سے ان کی بعض جنگیں عبادت بن جائیں گی۔ چنانچہ فی سبیل اللہ جنگ وقتال موجب فساد نہیں بلکہ مزیلِ فساد ہے یعنی اللہ کی راہ میں اس کے حکم سے جنگ وقتال کرنا انسانوں کے باہمی فساد و بگاڑ کو پھیلانے والا نہیں بلکہ مٹانے والا ہے۔ اس لیے اسلامی جہاد ایک اعلیٰ ترین عبادت ہے جس کا رب العلمین نے اپنے

مومن بندوں کو حکم دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ یاایھا الذین امنوا قاتلوا الذین یلونکم من الکفار ولیجدوا فیکم غلظۃ" (ترجمہ) اے ایمان والو! ان کفار سے لڑو جو تمہارے آس پاس رہتے ہیں اور ان کو تمہارے اندر سختی پانا چاہیئے۔ (سورۃ التوبہ آیت ۱۲۳۔ رکوع ۱۶)

(۲) وقاتلوا المشرکین کافۃ کما یقاتلونکم کافۃ واعلموا ان اللہ مع المتقین سورۃ التوبہ رکوع ۵ آیت ۳۶) ترجمہ: اور ان مشرکین سے سب سے لڑنا جیسا کہ وہ تم سب سے لڑتے ہیں اور یہ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ متقیوں کا ساتھی ہے۔

(۳) یاایھا النبی حرض المومنین علی القتال ان یکن منکم عشرون صابرون یغلبوا مأتین۔ (سورۃ الانفال رکوع ۹ آیت ۶۵) (ترجمہ) اے پیغمبر! آپ مومنین کو جہاد کی ترغیب دیجیئے۔ اگر تم میں سے بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دو سو پر غالب آجائیں گے۔

قرآن حکیم میں اس قسم کی بیسیوں آیات ہیں جن میں قتال فی سبیل اللہ کا حکم دیا گیا ہے اور اس کے متعلق مجاہدین کو جنت کی بشارتیں دی گئی ہیں اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت جو عمل کیا جائے وہ عبادت ہوگا اور عبادت ہی جن و انس کی پیدائش کا اصل مقصد ہے۔ ماخلقتُ الجنّ والانس الا لیعبدون (میں نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت ہی کے لیے پیدا کیا ہے)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ انما الاعمال بالنّیات یعنی اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ بیشک وہ جنگ وقتال مذموم ہے جو نفسانیت پر مبنی ہو لیکن اگر جنگ سے مقصود ظلم و فساد کا مٹانا ہو یا اعلاء کلمۃ الحق ہے تو وہ یقیناً عبادت ہوگا۔ اگر کسی انسان کے بدن میں کوئی پھوڑا اور ناسور پیدا ہو جائے اور دواؤں سے اس کا علاج نہ ہو سکے تو ڈاکٹر آپریشن کے ذریعہ وہ فاسد مادہ نکال دیتے ہیں جس کی وجہ سے مریض کے مرض میں شدت پیدا ہو رہی تھی۔ اسی طرح اگر ظالم اور فسادی لوگ وعظ و تبلیغ اور پند و نصیحت سے باز نہ آئیں تو بذریعہ جنگ وقتال ان کی طاقتوں کو توڑنا اور ان کے وجود سے جہان کو پاک کرنا باقی لوگوں کے جان و مال اور ان کے دین و ایمان کے تحفظ کا موجب بنے گا۔ البتہ قتال فی سبیل اللہ کی بھی شرعی حدود اور شرائط ہیں جن کی پابندی کرنے سے ہی جہاد کا اجر و ثواب ملے گا اور اس کے حقیقی

فوائد حاصل ہوں گے اور جس طرح ہر عمل صالح کا اعلیٰ نمونہ حضور خاتم النبیین کی مقدس زندگی میں ملتا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا: لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الاٰخر وذکر اللہ کثیرًا ○ ترجمہ: تم لوگوں کے لیے یعنی ایسے شخص کے لیے جو اللہ سے اور روزِ آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے ذکرِ الٰہی کرتا ہو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ایک عمدہ نمونہ موجود ہے" یہ آیت غزوۂ احزاب یعنی جنگ خندق کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سب سے بہترین نمونہ عمل صالح کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی میں موجود ہے لیکن اس کی پیروی اس شخص کے لیے ہی مفید ہوگی جو اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے اور اپنے رب کی یاد اکثر کرتا رہتا ہے یعنی وہ عمل صالح اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہی کرتا ہے۔

بہرحال چونکہ جہاد فی سبیل اللہ کا مقصد ظلم و فساد کا مٹانا اور دین حق کو غالب کرنا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت و رسالت کا مقصد ہی غلبۂ دین حق تھا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہٖ (سورۃ الفتح رکوع ۴ آیت ۲۸)

ترجمہ: وہ اللہ ایسا ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت دی اور سچا دین (یعنی اسلام) دے کر (دنیا میں) بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے" اس آیت کے تحت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اس دین کو اللہ نے ظاہر میں بھی سینکڑوں برس تک سب مذاہب پر غالب کیا اور مسلمانوں نے تمام مذاہب والوں پر صدیوں تک بڑی شان و شوکت سے حکومت کی اور آئندہ بھی دنیا کے خاتمہ کے قریب ایک وقت آنے والا ہے جب ہر چہار طرف دین برحق کی حکومت ہوگی۔ باقی حجت و دلیل کے اعتبار سے تو دینِ اسلام ہمیشہ ہی غالب رہا ہے۔

اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں: باعتبار حجت و دلیل کے تو ہمیشہ اور باعتبار شوکت و سلطنت اہل اسلام کے بشرطِ صلاح اہل دین کے۔ اور چونکہ یہ شرط صحابہؓ میں پائی جاتی تھی اس لیے یہ آیت اثباتِ رسالت کے ساتھ بشارت بھی ہوگئی صحابہ کے لیے فتوحاتِ عامہ کی چنانچہ ایسا ہی واقع ہوا" بہرحال غلبۂ دین کے لیے ہی جہاد کی ضرورت ہے اور اس مقصد عظیم کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دس سالہ مدنی زندگی میں کفار کے ساتھ

قریباً ۲۵ جنگیں لڑی ہیں اور سب سے اعلیٰ درجے کا جہاد فی سبیل اللہ وہ جہاد ہے جو حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں ہُوا اور ان سب غزوات میں غزوۂ بدر کا درجہ ارفع و اعلیٰ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف فرما تھے اور آپؐ کے حکم سے ۳۱۳ اصحابؓ نے قریشِ کہ سے یہ عظیم جنگ لڑی ہے جس میں ۱۴ اصحابؓ نے جام شہادت نوش فرمایا تھا (جن میں ۶ مہاجر اور ۸ انصار تھے) اور قریش میں سے ستر کافر قتل کیے گئے۔ جن میں قریش کا سرغنہ ابوجہل، سپہ سالار عتبہ اس کا بیٹا ولید، اس کا بھائی شیبہ اور دیگر زعمار قریش ابوالبختری۔ زمعہ بن الاسود۔ عاص بن ہشام امیہ بن خلف منبتہ ابن الحجاج وغیرہ مقتول ہوئے اور ستر قریش کو اسیر بنایا گیا جن میں حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس حضرت علی المرتضیٰ کے بھائی حضرت عقیل بن ابی طالب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد (حضرت زینبؓ کے شوہر) ابوالعاص بھی تھے اور یہ تینوں حضرات بعد میں مشرف باسلام ہو گئے تھے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

غزوۂ بدر کی خصوصیات

(۱) غزوۂ بدر اسلام اور کفر کا پہلا اور عظیم معرکہ ہے جس میں ایک ہی قبیلۂ قریش کے عزیز و اقارب ایک دوسرے کے مقابلے میں برسرِ آزما ہوئے تھے۔ ایک طرف لشکر اسلام تھا اور دوسری طرف لشکر کفر۔ چنانچہ قرآن مجید میں فرمایا۔

قد کان لکم آیۃ فی فئتین التقتا ط فئۃ تقاتل فی سبیل اللہ واخریٰ کافرۃ یرونھم مثلیھم رای العین ط واللہ یؤید بنصرہ من یشاء ط (سورۃ آل عمران رکوع ۲ آیت ۱۳) ترجمہ: تمہارے لیے بڑا نمونہ ہے دو گروہوں (کے واقعہ) جو کہ باہم ایک دوسرے سے مقابل ہوئے تھے۔ ایک گروہ تو اللہ کی راہ میں لڑتے تھے (یعنی مسلمان) اور دوسرا گروہ کافر لوگ تھے۔ یہ کافر اپنے کو دیکھ رہے تھے کہ ان مسلمانوں سے کئی حصہ (زیادہ) ہیں کھلی آنکھوں دیکھا اور اللہ تعالیٰ اپنی امداد سے جس کو چاہتے ہیں قوت دے دیتے ہیں۔

(۲) سورۃ الانفال اور سورۃ آل عمران میں جنگِ بدر کی تفصیلات مذکور ہیں جن میں غازیانِ بدر کی نصرت کے لیے رب العالمین نے ملائکہ بھیجنے کی اطلاع دی ہے۔

(۳) غازیانِ بدر کے ساتھ ہوکر ملائکہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے کفار کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

اذیوحی ربك الی الملائکۃ انی معکم فثبتوا الذین امنوا ط سالقی فی قلوب الذین

کفروا الرعب فاضربوا فوق الاعناق واضربوا منھم کل بنان ○ (سورۃ الانفال رکوع ۲ آیت ۱۲) (ترجمہ) اس وقت کو یاد کرو جب آپ کا رب (ان) فرشتوں کو حکم دیتا تھا کہ میں تمہارا ساتھی (مددگار) ہوں۔ (سو مجھ کو مددگار سمجھ کر) تم ایمان والوں کی ہمت بڑھاؤ۔ میں ابھی کفار کے قلوب میں رعب ڈالے دیتا ہوں۔ سو تم کفار کی گردنوں پر مارو اور ان کے پور پور پر مارو۔ یہ اس بات کی سزا ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مخالفت کی اور جو اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مخالفت کرتا ہے سو اللہ تعالیٰ ان کو سخت سزا دیتے ہیں۔

۴ اللہ تعالیٰ نے غازیانِ بدر کو مطمئن کرنے کے لیے ان پر اونگھ طاری کر دی۔ چنانچہ فرمایا
اذ یغشیکم النعاس امنۃ منہ۔ (الانفال آیت ۱۱) ترجمہ: اس وقت کو یاد کرو جب کہ اللہ تعالیٰ تم پر اونگھ طاری کر رہا تھا اپنی طرف سے چین دینے کے لیے۔

۵ اللہ تعالیٰ نے اصحابِ بدر کے لیے خصوصی طور پر بارش نازل کر دی۔ چنانچہ فرمایا

وینزل علیکم من السماء ماءً لیطھرکم بہ ویذھب عنکم رجز الشیطان ولیربط علی قلوبکم ویثبت بہ الاقدام (الانفال آیت ۱۱)

اور (اس سے قبل) تم پر آسمان سے پانی برسایا تاکہ اس پانی کے ذریعہ تم کو حدث اصغر (بے وضو ہونے) اور حدث اکبر (غسل واجب ہونے سے) پاک کردے اور تم سے شیطانی وسوسہ کو دفع کردے اور تمہارے دلوں کو مضبوط کردے اور تمہارے پاؤں جما دے۔

علامہ شبیر احمد صاحبؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ بدر کا معرکہ فی الحقیقت مسلمانوں کے لیے بہت ہی سخت آزمائش اور عظیم الشان امتحان کا موقع تھا۔ وہ تعداد میں تھوڑے تھے۔ بے سروسامان تھے۔ فوجی مقابلہ کے لیے تیار ہو کر نہ نکلے تھے۔ مقابلہ پر ان سے تگنی تعداد کا لشکر تھا جو پورے ساز و سامان سے کبر و غرور کے نشے میں سرشار ہو کر نکلا تھا مسلمانوں اور کافروں کی یہ پہلی ہی قابلِ ذکر ٹکر تھی۔ پھر صورت ایسی پیش آئی کہ کفار نے پہلے سے اچھی جگہ اور پانی وغیرہ پر قبضہ کر لیا۔ مسلمان نشیب میں تھے۔ ریت بہت زیادہ تھی جس میں چلتے ہوئے پاؤں دھنستے تھے۔ گرد و غبار نے الگ پریشان کر رکھا تھا۔ پانی نہ ملنے سے ایک طرف غسل و وضو کی تکلیف دوسری طرف تشنگی ستا رہی تھی۔ یہ چیزیں دیکھ کر مسلمان ڈرے کہ بظاہر یہ آثار شکست کے ہیں۔ شیطان نے دلوں میں وسوسہ ڈالا

کہ اگر واقعی تم خدا کے مقبول بندے ہوتے تو ضرور تائید ایزدی تمہاری طرف ہوتی اور ایسی پریشان کن اور یاس انگیز صورتِ حال پیش نہ آتی۔ اس وقت حق تعالیٰ نے رحمت کاملہ سے زور کا مینہہ برسایا جس سے میدان کی ریت جم گئی۔ غسل و وضو کرنے اور پینے کے لیے پانی کی افراط ہو گئی۔ گرد و غبار سے نجات ملی۔ کفار کا لشکر جس جگہ تھا وہاں کیچڑ اور پھسلن سے چلنا پھرنا دشوار ہو گیا۔ جب یہ ظاہری پریشانیاں دور ہوئیں تو حق تعالیٰ نے مسلمانوں پر ایک قسم کی غنودگی طاری کر دی۔ آنکھ کھلی تو دلوں سے سارا خوف و ہراس جاتا رہا۔ بعض روایات میں ہے کہ حضورؐ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ رات بھر عریش میں مشغولِ دعا رہے۔ اخیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر خفیف سی غنودگی طاری ہوئی۔ جب اس سے چونکے تو فرمایا۔ خوش ہو جاؤ کہ جبرئیل تمہاری مدد کو آ رہے ہیں۔ عریش سے باہر تشریف لائے تو زبان پر جاری تھا (یعنی عنقریب دشمن کا لشکر پیٹھ دکھا کر بھاگ جائے گا۔) بہرحال اس بارانِ رحمت نے بدن کو احداث سے اور دلوں کو شیطان کے وساوس سے پاک کر دیا۔ ادھر ریت کے جم جانے سے ظاہری طور پر قدم جم گئے اور اندر سے ڈر نکل کر دل مضبوط ہو گئے۔" اور انہی آیات کے تحت حضرت مولانا محمد شفیع صاحب بانی دارالعلوم کراچی تحریر فرماتے ہیں:

معرکہ کی پہلی رات تھی۔ تین سو تیرہ بے سامان لوگوں کا مقابلہ اپنے سے تین گنی تعداد یعنی ایک ہزار مسلح افواج سے تھا۔ میدانِ جنگ کا بھی اچھا مقام ان کے قبضہ میں آ چکا تھا۔ نچلا حصہ وہ بھی سخت ریتیلا جس میں چلنا دشوار مسلمانوں کے ہاتھ آیا تھا طبعی پریشانی اور فکر سب کو تھی۔ بعض لوگوں کے دل میں شیطان نے یہ وساوس بھی ڈالنے شروع کیے کہ تم لوگ اپنے آپ کو حق پر کہتے ہو اور اس وقت بھی بجائے آرام کرنے کے نماز تہجد وغیرہ میں مشغول ہو مگر حال یہ ہے کہ دشمن ہر حیثیت سے تم پر غالب اور تم سے بڑھا ہوا ہے۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر ایک خاص قسم کی نیند مسلط فرما دی جس نے ہر مسلمان کو خواہ اس کا ارادہ سونے کا تھا یا نہیں جبراً سلا دیا۔ حافظ حدیث ابو یعلیٰ نے نقل کیا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰؓ نے فرمایا کہ غزوۂ بدر کی اس رات میں ہم میں سے کوئی باقی نہیں رہا جو سو نہ گیا ہو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام رات بیدار رہ کر صبح تک نماز تہجد میں مشغول رہے — بعض روایات میں ہے کہ آپ نے عریش (یعنی سائبان) سے باہر نکل کر مختلف جگہوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ ابوجہل کی قتل گاہ ہے۔ یہ فلاں کی یہ فلاں کی۔ اور پھر

ٹھیک اسی طرح واقعات پیش آئے۔" (تفسیر مظہری) اور جیسا غزوۂ بدر میں تکان اور پریشانی دُور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے تمام صحابۂ کرام پر ایک خاص قسم کی نیند مسلط فرمائی اسی طرح غزوۂ احد میں بھی اسی طرح کا واقعہ ہُوا۔ الخ (تفسیر معارف القرآن جلد چہارم سورۃ الانفال)۔

(۶) میدانِ جنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاک کی مٹھی بھر کر لشکر کفار کی طرف پھینکی اور زبان مبارک سے یہ فرمایا۔ شاھت الوجوہ تو کفار میں بھاگڑ مچ گئی۔ چنانچہ فرمایا۔ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی (الانفال آیت ۱۷)۔ ترجمہ: اور آپ نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی جب پھینکی لیکن اللہ تعالیٰ نے وہ پھینکی۔ نیز فرمایا:

فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم (الانفال آیت ۱۷)	سو تم نے ان کو قتل نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے (بے شک) ان کو قتل کیا۔

حالانکہ بظاہر صحابہ کرامؓ نے کافروں کو قتل کیا ہے لیکن قادر مطلق نے ان کے قتل کرنے کو اپنی طرف منسوب کر لیا جس کا مطلب یہ ہے کہ ہاتھ تو غازیانِ بدر کے تھے لیکن ان میں قوت اللہ تعالیٰ نے بھر دی تھی اس میں اصحابِ بدر کی بڑی شان پائی جاتی ہے

(۷) اللہ تعالیٰ نے غازیانِ بدر کی نگاہ میں کفار کو تھوڑا کر کے دکھایا اور کافروں کی نگاہ میں صحابہ کرامؓ کو کم کر کے دکھلایا۔ چنانچہ فرمایا:

واذ یریکموھم اذ التقیتم فی اعینکم قلیلا ویقللکم فی اعینھم لیقضی اللہ امرا کان مفعولا ه (سورۃ الانفال آیت ۴۴)	اور اس وقت کو یاد کرو جبکہ اللہ تعالیٰ تم کو جبکہ تم مقابل ہوئے وہ لوگ تمہاری نظر میں کم کر کے دکھلا رہے تھے اور (اسی طرح) ان کی نگاہ میں تم کو کم کر کے دکھلا رہے تھے

تاکہ جو بات اللہ کو کرنا منظور تھا اس کی تکمیل کر دے۔

(۸) اللہ تعالیٰ نے غزوۂ بدر کے سلسلے میں یہ بشارت سُنادی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ کے دشمنوں کی جڑ کاٹ دے گا۔ چنانچہ فرمایا

ویرید اللہ ان یحق الحق بکلمٰتہ ویقطع دابر الکافرین لیحق الحق	اور اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ اپنے احکام سے حق کا حق ہونا (عملاً) ثابت کر دے اور ان

ویبطل الباطل ولوکرہ المجرمون ۰ (الانفال آیت ۸)	کافروں کی بنیاد (اور قوت) کو قطع کردے تاکہ حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا

(عملاً) ثابت کردے گو یہ مجرم لوگ ناپسند ہی کریں۔

حضرت مولانا تھانوی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ: "اس غلبہ کو باوجود اس کے کہ تمام کفارِ قریش ہلاک نہ ہوئے تھے قطع دابر (یعنی ان کی جڑ کاٹنا) اس لیے کہا کہ اس واقعہ سے ان کی قوت بالکل فنا ہوگئی تھی کیونکہ ان کے بڑے بڑے رئیس ستر قتل اور ستر قید ہوئے تھے۔ اس طرح گویا وہ سب ہی ختم ہوگئے تھے۔"

غازیانِ بدر کی عظمت شان حق تعالیٰ نے قرآن حکیم میں معجزانہ طور پر بیان فرمائی ہے اور سورۃ الانفال اور سورۃ آل عمران میں غزوۂ بدر اور اصحابِ بدر کی جو خصوصیات مذکور ہیں یہ اس امر کی دلیل ہیں کہ اصحابِ بدر کو دوسرے صحابۂ کرامؓ پر افضلیت حاصل ہے اور احادیث میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے ان کی افضلیت واضح ہوتی ہے۔ چنانچہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے عریش (چھپر) میں جو دعا فرمائی تھی اس کے متعلق استاذ العلماء حضرت مولانا محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ دیکھا کہ آپ کے رفقاء صرف تین سو تیرہ (۳۱۳) اور وہ بھی اکثر غیر مسلح ہیں اور مقابلہ پر تقریباً ایک ہزار جوانوں کا مسلح لشکر ہے تو اللہ جل شانہٗ کی بارگاہ میں نصرت و امداد کی دُعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ آپ دُعا مانگتے تھے اور صحابہ کرامؓ آپ کے ساتھ آمین کہتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے یہ کلمات نقل فرمائے ہیں:

یا اللہ! مجھ سے جو وعدہ آپ نے فرمایا ہے اس کو جلدی پورا فرما دے۔ یا اللہ! اگر یہ تھوڑی سی جماعت مسلمین فنا ہوگئی تو پھر زمین میں کوئی تیری عبادت کرنے والا باقی نہیں رہے گا۔ (کیونکہ ساری زمین کفر و شرک سے بھری ہوئی ہے۔ یہی چند مسلمان ہیں جو صحیح عبادت بجالاتے ہیں) (تفسیر معارف القرآن جلد ۴ سورۃ الانفال)

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا قبول ہوئی اور غازیانِ بدر کو ایک تاریخی عظیم الشان فتح نصیب ہوئی۔ اس دعائے نبویؐ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عالمِ اسباب میں یہ غازیانِ بدر حق تعالیٰ

کی توحید کی بقا کا واحد سبب تھے۔ دین و شریعت کے تحفظ اور غلبہ کے لیے بطور جارحہ الٰہی تھے۔ اور انہی کی قربانیوں کی وجہ سے آج ہم کو اسلام اور قرآن کی نعمت نصیب ہوئی ہے۔ یہ جماعت صحابہؓ اور خصوصاً اصحابِ بدر قیامت تک کی امتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ کے لیے عظیم محسن ہیں رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ پھر کتنے بدبخت اور شقی ہیں وہ لوگ جو اصحابؓ بدر اور جماعت صحابہؓ کی اکثریت پر کفر و نفاق کا بہتان تراشتے ہیں۔

(۲) اصحابِ بدر کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ نے ان کے حق میں یہ ارشاد فرمایا:

لعل اللہ اطلع الی اھل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد وجبت لکم الجنۃ۔ (بخاری شریف۔ باب فضل من شھد بدراً)	تحقیق اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی طرف نظر فرمائی اور یہ فرمایا کہ جو چاہے کرو جنّت تمہارے لیے واجب ہو چکی۔

لیکن جو چاہے کرو سے یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیئے کہ وہ اگر گناہ بھی کریں تو پھر بھی یقیناً جنّتی ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس درجے کا اخلاص و تقویٰ عطا فرمایا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریں گے ہی نہیں۔ اگرچہ وہ معصوم نہیں لیکن حق تعالیٰ کے خصوصی فضل سے وہ محفوظ ہو چکے ہیں اور اس قسم کے الفاظ قرآن حکیم میں اہلِ جنّت کے لیے بھی فرمائے گئے ہیں۔ چنانچہ فرمایا:

ولکم فیھا ما تشتھی انفسکم	تم کو جنّت میں وہ سب کچھ ملے گا جو تم چاہو گے۔

اور جنّت میں اہل جنّت تو کسی ایسی چیز کی خواہش ہی نہیں کریں گے جو ناجائز اور قبیح ہو۔ اس سے ثابت ہُوا کہ گو اصحابِ بدر اس دنیا میں زندگی گزار رہے تھے لیکن وہ زمین پر بھی چلتے پھرتے جنّتی لوگ تھے۔ حدیث میں آتا ہے کہ جو ملائکہ بدر میں صحابہ کرامؓ کی نصرت کے لیے نازل ہوئے ہیں اور انہوں نے صحابہ کے ساتھ کفار سے جنگ کی ہے وہ ان ملائکہ سے افضل ہیں جن کو یہ خصوصیت نصیب نہیں ہوئی۔ اسی طرح اصحابِ بدر بھی دوسرے صحابہؓ سے افضل ہیں۔

وہ اصحاب جن کو اصحابِ بدرؓ میں شمار کیا گیا

حسبِ ذیل آٹھ صحابہ جو جنگِ بدر میں گو شریک نہ تھے لیکن ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے بدر کے مالِ غنیمت میں سے حصہ عطا فرمایا تھا کیونکہ یہ حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت دوسرے کاموں کو انجام دیتے رہے تھے:

(۱) حضرت عثمان ذو النورین رضی اللہ عنہ۔ آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحبزادی حضرت رقیہ رضؓ کی (جو حضرت عثمانؓ کی زوجہ ہیں) تیمار داری کے لیے مدینہ منورہ میں چھوڑ آئے تھے۔

(۲) حضرت طلحہ رضؓ بن عبید اللہ (۳) حضرت سعیدؓ بن زید ان دونوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے ابوسفیان کے قافلہ کی خبر لینے کے لیے روانہ فرمایا تھا (۴) حضرت ابولبابہؓ ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بغرضِ انتظام مدینہ میں ہی چھوڑ آئے تھے (۵) حضرت عاصمؓ بن عدی ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کے عالیہ (حصے) میں چھوڑ آئے تھے (۶) حضرت حارثؓ بن حاطب بن عمرو۔ ان کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی خدمت کے لیے مامور فرما دیا تھا۔

(۷) حضرت حارث رضؓ بن الصمتہ۔ ان کو راستہ میں چوٹ لگ گئی تھی اس لیے جنگ میں شریک نہ ہو سکے لیکن مالِ غنیمت میں سے حصہ دیا گیا۔ (۸) حضرت خوات رضؓ بن جبیر انصاری

(بحوالہ تاریخ ابن الاثیر ج ۲)

شہدائے بدر کے نام

حسب ذیل ۱۴ اصحابِ بدر نے جامِ شہادت نوش فرمایا تھا:

(۱) حضرت مہجع رضؓ بن صالح (حضرت عمر فاروق رضؓ کے آزاد کردہ غلام (۲) حضرت عبیدہ رضؓ بن حارث بن مطلب (بوقتِ شہادت ان کی عمر ۶۳ برس تھی)

(۳) حضرت عمیر رضؓ بن ابی وقاص (فاتح ایران حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کے چھوٹے بھائی)

(۴) حضرت عاقل رضؓ بن بکیر (۵) حضرت عمیر رضؓ بن عبد عمیر (۶) حضرت عوف رضؓ بن عفراء انصاری حضرت عفراء رضی اللہ عنہا کے سات بیٹے جنگِ بدر میں شریک ہوئے (۷) حضرت معوذ بن عفرا

(۸) حضرت حارثہؓ بن سراقہ انصاری (۹) حضرت یزیدؓ بن حارث انصاری (۱۰) حضرت رافع بن معلی انصاری (۱۱) حضرت عمیر رضؓ بن حمام انصاری (۱۲) حضرت عمارہ رضؓ بن زیاد انصاری

(۱۳) حضرت سعدؓ بن خیثمہ رضؓ انصاری (۱۴) حضرت مبشر رضؓ بن عبد المنذر انصاری۔

بعض مشاہیر اصحابِ بدر رضؓ

۱ حضرت ابوبکر صدیقؓ ۲ حضرت عمر فاروق رضؓ

۳ حضرت عثمان ذوالنورین ۴ حضرت علی المرتضیٰ رضؓ

(۵) حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب (۶) حضرت طلحہؓ (۷) حضرت زبیرؓ (۸) حضرت سعدؓ بن ابی وقاص (۹) حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف (۱۰) حضرت زید بن حارثہ

(۱۱) حضرت خباب بن ارت (۱۲) حضرت ابوحذیفہ (۱۳) حضرت عکاشہ

(۱۴) حضرت مصعب بن عمیر (۱۵) حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ (۱۶) حضرت عبداللہؓ بن مسعود

(۱۷) حضرت صہیب رومیؓ (۱۸) حضرت ارقمؓ (۱۹) حضرت سعیدؓ بن زید (۲۰) حضرت مقدادؓ بن اسود (۲۱) حضرت بلالؓ بن رباح (۲۲) حضرت عامرؓ بن فہیرہ (۲۳) حضرت عثمانؓ بن مظعون (۲۴) حضرت عبداللہؓ بن جحش (۲۵) حضرت زیدؓ بن حارثہ (۲۶) حضرت زیدؓ بن الخطاب (حضرت عمر فاروقؓ کے بھائی ہیں) یہ سب مہاجرین صحابہؓ ہیں اور جو مہاجرین شہید ہوئے وہ ان کے علاوہ ہیں۔ (۲۷) حضرت سعد بن معاذ انصاری (۲۸) حضرت محمد بن مسلمہ انصاری

(۲۹) حضرت قتادہ بن (۳۰) حضرت ابولبابہ (۳۱) حضرت عبداللہؓ بن جبیر

(۳۲) حضرت عبداللہؓ بن رواحہ (۳۳) حضرت سعدؓ بن ربیع (۳۴) حضرت عبادہ بن الصامت (۳۵) حضرت ابودجانہ (۳۶) حضرت عمروؓ بن الجموح (۳۷) حضرت معاذ بن عمرو بن الجموح (۳۸) حضرت معوذ بن عمرو بن الجموح (۳۹) حضرت طفیلؓ بن مالک (۴۰) حضرت جابرؓ بن عبداللہ (۴۱) حضرت معاذؓ بن جبل (۴۲) حضرت رفاعہؓ بن رافع

(۴۳) حضرت خزیمہؓ بن اوس (۴۴) حضرت ابی بن کعب (۴۵) حضرت اوسؓ بن الثابت (۴۶) حضرت معاذؓ بن الحارث (۴۷) حضرت معوذ بن الحارث ۴۸ حضرت ثعلبہؓ (۴۹) حضرت خزیمہؓ بن اوس (یہ انصاری صحابہ ہیں) طبقہ کے لحاظ سے مہاجرین انصار صحابہ سے افضل ہیں۔

بعض اہم مباحث

مُشتِ خاک کا پھینکنا معجزہ تھا

(۱) قرآن مجید میں ہے وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی (الانفال آیت ۱۷) اور آپ نے نہیں پھینکی جب آپ نے پھینکی لیکن اللہ نے پھینکی۔" حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مُشتِ خاک (خاک سے مٹھی بھر کر) تین مرتبہ شاهت الوجوہ (یعنی دشمن کے چہرے خراب

ہوئے اکہ کر لشکر کفار کی طرف پھینکی تو قدرتِ خداوندی سے خاک کے ذرات کفار کے ناک اور آنکھوں میں اس طرح پڑے کہ وہ سراسیمہ ہو کر بھاگنے لگے۔ آج کل کی اصطلاح میں گویا کہ یہ خدائی آنسو گیس تھی۔ یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ تھا لیکن بانی جماعت اسلامی ابوالاعلیٰ مودودی صاحب اس کو بطورِ معجزہ تسلیم نہیں کرتے، چنانچہ لکھتے ہیں:

معرکۂ بدر میں جب مسلمانوں اور کفار کے لشکر ایک دوسرے کے مقابل ہوئے اور عام زدوخورد کا موقع آگیا تو حضور نے مٹھی بھر ریت ہاتھ میں لے کر شاہت الوجوہ کہتے ہوئے کفار کی طرف پھینکی اور اس کے ساتھ ہی آپ کے اشارے سے مسلمان یکبارگی کفار پر حملہ آور ہوئے۔ اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔"

(تفہیم القرآن سورۃ الانفال ص۱۳۶ طبع نہم۔ مئی ۱۹۷۵ء)

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک جو ریت کی مٹھی پھینکی تھی اس سے آپ نے صحابہ کرام کو کفار پر حملہ کرنے کے لیے ایک اشارہ کیا تھا اور اسی بنا پر انہوں نے مشت خاک پھینکنے کی تاثیر کا کوئی ذکر نہیں کیا حالانکہ مشتِ خاک کا پھینکنا اور پھر اس کے اثر سے کفار کا سراسیمہ ہو جانا محض حق تعالیٰ کی طرف سے اظہارِ قدرت کا ایک نشان تھا۔ اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اذ رمیت (جب آپ نے مٹی پھینکی) کے ساتھ ما رمیت اور ولکن اللہ رمی بھی فرمایا گیا ہے۔ یعنی مشتِ خاک کا جو اثر ہوا وہ عالم اسباب سے بالاتر ایک معجزانہ عمل تھا کہ خاک کے ذروں میں حق تعالیٰ نے ایک طاقت بھر دی جیسا کہ ابرہہ کے ہاتھیوں کے لشکر کو اللہ تعالیٰ نے ابابیل کے پنجوں میں جو سنگریزے تھے ان سے ہی ہلاک کر دیا اور یہ کام کن کی قدرت رکھنے والے خالق کائنات ہی کر سکتا ہے۔

(۲) مودودی صاحب تو سوائے قرآن کے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی معجزہ کو دلیل نبوت تسلیم ہی نہیں کرتے۔ چنانچہ اپنے ماہنامہ ترجمان القرآن مارچ ۱۹۵۶ء میں لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں یہ بات متعدد مقامات پر بیان ہوئی ہے کہ کفار نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزے کا مطالبہ کرتے تھے اور اس مطالبے کا جواب بھی قرآن میں کئی جگہ دیا گیا ہے۔ ان سب مقامات پر نگاہ ڈالنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کے سوا کوئی معجزہ دلیل نبوت

کے طور پر نہیں دیا گیا۔ یہ مطلق معجزے کی نفی نہیں ہے بلکہ ایسے معجزے کی نفی ہے جس کو اللہ اور اس کے رسولؐ نے نبوت کی علامت اور دلیل کی حیثیت سے پیش کیا ہو اور جسے دیکھ لینے کے بعد انکار کرنے سے عذاب لازم آتا ہو۔" (بحوالہ رسائل و مسائل حصہ سوم صفحہ ۱۴۵ اشاعت اوّل)

مودودی صاحب کا یہ نظریہ بالکل غلط ہے کیونکہ جب وہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن کے علاوہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معجزات دیئے گئے ہیں اور معجزہ اس فعل کو کہتے ہیں جو اسباب سے بالاتر محض قدرتِ خداوندی سے کسی نبی علیہ السلام سے ظاہر ہو مثلاً شق القمر، معراج شریف، مسجد نبوی کا استد حنانہ جس میں خشک ستون سے رونے کی آواز آئی اور اس نے انسانوں کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کیں تو جس شخص نے بھی یہ معجزات دیکھے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سُنے (مثلاً معجزہ معراج) تو اس کے لیے وہ مستقل طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل بن گئے اور ثابت ہوا کہ جو افعال آپ سے ظاہر ہوئے وہ مخلوق کی قدرت سے بالا ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی نبوت کی صداقت کے لیے ہی ظاہر فرمائے ہیں۔

۲ جس معجزہ کے دیکھنے کے بعد منکرین پر عذاب آتا ہے وہ ایسے فرمائشی معجزات ہوتے ہیں جن کا کفار کی طرف سے مطالبہ کیا جاتا ہے۔

۳ اگر مودودی صاحب کے نزدیک دلیل نبوت صرف وہی معجزہ ہے جس کے انکار پر عذاب الٰہی لازم آتا ہے تو پھر معجزۂ قرآن کے انکار پر عذاب لازم ہونا چاہیئے تھا کیونکہ آپ قرآن کو تو دلیل نبوت کے طور پر معجزہ مانتے ہیں اور اس پر قرآن میں چیلنج بھی کیا گیا ہے حالانکہ محض انکارِ قرآن کی وجہ سے کسی پر عذاب نہیں آیا۔ چنانچہ صدیوں سے تمام غیر مسلم قرآن کو کلام الٰہی نہیں مانتے لیکن ان پر کوئی عذاب نہیں آیا، نہ ماضی میں نہ زمانہ حال میں۔ مزید تفصیل کے لیے میری کتاب "مودودی مذہب" کا مطالعہ فرمائیے۔

فرشتوں نے قتال میں حصہ نہیں لیا (مودودی)

سورۃ انفال آیت ۱۲ میں ہے:
اذ یوحی ربک الی الملائکۃ انی معکم فثبتوا الذین امنوا ط سالقی فی قلوب الذین کفروا الرعب فاضربوا

فوق الاعناق واضربوا منھم کل بنان ۝ مودودی صاحب نے اس آیت کا حسبِ ذیل ترجمہ لکھا ہے:

اور وہ وقت جبکہ تمہارا رب فرشتوں کو اشارہ کر رہا تھا کہ "میں تمہارے ساتھ ہوں تم اہل ایمان کو ثابت قدم رکھو۔ میں ابھی ان کافروں کے دلوں میں رعب ڈالے دیتا ہوں۔ پس تم ان کی گردنوں پر ضرب اور جوڑ جوڑ پر چوٹ لگاؤ۔"

اس آیت کی تفسیر میں مودودی صاحب لکھتے ہیں:

جو اصولی باتیں ہم کو قرآن کے ذریعہ سے معلوم ہیں ان کی بنا پر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ فرشتوں سے قتال میں یہ کام نہیں لیا گیا ہوگا کہ وہ خود حرب و ضرب کا کام کریں بلکہ شاید اس کی صورت یہ ہوگی کہ کفار پر جو ضرب مسلمان لگائیں وہ فرشتوں کی مدد سے ٹھیک بیٹھے اور کاری لگے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(تفسیر تفہیم القرآن جلد ۲ سورۃ انفال طبع نہم مئی ۱۹۷۵ء)

تبصرہ مودودی صاحب کا یہ نظریہ کہ فرشتوں نے خود جنگ نہیں کی بالکل غلط ہے اور امر خداوندی کے خلاف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو خود حکم دیا تھا کہ تم ان (کافروں) کی گردن پر ضرب اور جوڑ جوڑ پر چوٹ لگاؤ۔ (ترجمہ مودودی) اب دو ہی صورتیں ہیں کہ

① فرشتوں نے حکمِ خداوندی پر عمل کیا ہو اور براہِ راست انہوں نے کفار سے صحابہؓ کی طرح جنگ کی ہو۔

② کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے باوجود انہوں نے خود جنگ نہیں کی۔

پہلی صورت میں فرشتے اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ثابت ہوتے ہیں اور ان کی عصمت کا عقیدہ صحیح ثابت ہوتا ہے کیونکہ فرشتے معصوم ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کر سکتے چنانچہ خود ان کے متعلق رب العالمین نے فرمایا ہے:

لا یعصون اللہ ما امرھم ویفعلون ما یؤمرون ۝ (سورۃ التحریم آیت ۶)	جو خدا کی (ذرا) نافرمانی نہیں کرتے کسی بات میں جو ان کو حکم دیتا ہے اور جو کچھ ان کو حکم دیا جاتا ہے اس کو (فوراً) بجا لاتے ہیں۔ (ترجمہ حضرت تھانوی)

اس کی تفسیر میں حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں:

یہاں عصیان سے مراد عصیان بالقلب ہے جو مقابل اطاعت کا ہے کہ وہ بھی بالقلب ہے۔ یعنی نہ دل میں خیال نافرمانی کا ہوتا ہے نہ فعلاً خلاف کرتے ہیں یا یوں کہا جائے کہ بایں معنی نافرمانی بھی نہیں کرتے کہ کہے ہوئے کے خلاف کریں اور سستی اور دیر بھی نہیں کرتے۔"

(تفسیر بیان القرآن)۔ علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

"یعنی نہ حکمِ الٰہی کی خلاف ورزی کرتے ہیں نہ اس کے احکام بجالانے میں سستی اور دیر ہوتی ہے نہ امتثالِ حکم سے عاجز ہیں۔"

امام قرطبیؒ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں

وقد تقدم فی آل عمران ان الملائکۃ قاتلت ذلک الیوم	اور سورۃ آل عمران میں گزر چکا ہے کہ ملائکہ (فرشتوں) نے اس دن قتال کیا ہے

(تفسیر قرطبی ج ، مطبوعہ قاہرہ)

اس آیت کے تحت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ تحریر فرماتے ہیں، تم (یعنی فرشتو! مسلمانوں کے ساتھ ہو کر ان ظالموں کی گردنیں مارو اور پور پور کاٹ ڈالو کیونکہ آج ان سب جنّی وانسی کافروں نے مل کر خدا اور رسول سے مقابلہ کی ٹھہرائی ہے۔ سو انہیں معلوم ہو جائے کہ خدا کے مخالفوں کو کیسی سخت سزا ملتی ہے۔ آخرت میں جو سزا ملے گی اصل تو وہ ہی ہے لیکن دنیا میں بھی اس کا تھوڑا سا نمونہ دیکھ لیں اور عذابِ الٰہی کا مزہ چکھ لیں۔ روایات میں ہے کہ بدر میں ملائکہ کو لوگ آنکھوں سے دیکھتے تھے اور ان کے مارے ہوئے کفار کو آدمیوں کے قتل کیے ہوئے کفار سے الگ شناخت کرتے تھے الخ

علاوہ ازیں خود مودودی صاحب ملائکہ کے بارے میں سورۃ التحریم کی آیت ۶ کا ترجمہ کرتے ہیں

"جو کبھی اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم بھی انہیں دیا جاتا ہے اسے بجالاتے ہیں۔" پھر اس کی تفسیر میں بھی لکھتے ہیں۔ یعنی ان کو جو سزا بھی کسی مجرم پر نافذ کرنے کا حکم دیا جائے گا اسے جوں کا توں نافذ کریں گے اور ذرا رحم نہ کھائیں گے۔" (تفہیم القرآن ج ۶ سورۃ التحریم)

جب مودودی صاحب نے ملائکہ کے متعلق آیت مذکورہ کی تفسیر میں یہ اعتراف کر لیا ہے کہ ان کو

جس مجرم کے لیے جس سزا کا حکم دیا جاتا ہے اس میں وہ کوتاہی نہیں کرتے تو پھر غزوۂ بدر میں نازل ہونے والے فرشتوں کو جو سورۃ الانفال کی یہ زیر بحث آیت میں کفار کی گردنوں کو اڑانے وغیرہ کا حکم دیا ہے اور یہ بھی بطور سزا کے ہے تو ان فرشتوں کے جنگ و قتال کرنے کے بارے میں مودودی صاحب کو کیا اشکال پیش آگیا کہ اللہ تعالیٰ کے صریح حکم کے باوجود انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا اور انہوں نے خود قتال میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ اور مودودی صاحب یہ بھی عجیب بات لکھ رہے ہیں کہ: شاید اس کی صورت یہ ہوگی کہ کفار پر جو ضرب مسلمان لگائیں وہ فرشتوں کی مدد سے ٹھیک بیٹھے اور کاری لگے حالانکہ یہ مطلب تو حکم خداوندی فثبتوا الذین آمنوا کے تحت بھی حاصل ہو جاتا ہے کہ فرشتے غازیانِ بدر کے دلوں میں اطمینان پیدا کریں اور وہ بلا خوف پوری طرح مطمئن ہوکر دشمن پر کاری ضرب لگائیں لیکن اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل کیونکر ہوگی کہ: تم ان کی گردنوں پر ضرب اور جوڑ جوڑ پر چوٹ لگاؤ۔" (ترجمہ مودودی) اللہ تعالیٰ تو فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ تم کافروں کی گردن پر مارو۔ لیکن وہ کہتے ہیں کہ ہم خود تو ایسا نہیں کرتے ہاں مسلمانوں کے ہاتھوں سے ان کی گردنوں کو کٹوائیں گے۔ کیا اسی کا نام تفہیم القرآن ہے جس کے لیے مودودی صاحب نے چھ جلدوں میں ایک ضخیم تفسیر لکھی ہے۔

(۲) مودودی صاحب نے قرآن کی جن اصولی باتوں کی وجہ سے ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کا نافرمان قرار دیا ہے، کاش کہ وہ اصولی باتیں ظاہر بھی کر دیتے تاکہ قرآن فہمی میں زیادہ مدد مل سکے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ فرشتوں کو براہِ راست کفار کے ساتھ جنگ کرنے میں مودودی صاحب کو کیا اشکال پیش آتا ہے کہ وہ تاویل باطل کے ذریعہ قرآن کی معنوی تحریف کر رہے ہیں۔ اگر مودودی صاحب یہ کہہ دیتے کہ فاضربوا فوق الاعناق کا حکم فرشتوں کو نہیں بلکہ غازیانِ بدر کو دیا گیا ہے تو یہ دوسرا پہلو تھا۔ لیکن وہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ حکم خداوندی تو فرشتوں کو ہی ہے لیکن اس کے باوجود فرشتوں نے اس پر عمل نہیں کیا اور یہ توجیہ اس ارشادِ خداوندی کے کھلم کھلا خلاف ہے جس میں فرمایا ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرتے اور وہ وہی کام کرتے ہیں جس کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو حکم ہوتا ہے۔

کربلا کے فرشتے شیعوں کے نزدیک بھی فرشتے اللہ کے حکم پر پورا نہیں اترتے۔ چنانچہ فضائل محرم کے سلسلے میں امام رضا سے یہ روایت

منقول ہے کہ: اگر تو کسی چیز پر گریہ کرتا ہے پس امام حسین پر گریہ کر کہ ان کا مثل گوسفند (بھیڑ) سر جدا کیا گیا اور ان کے اٹھارہ عزیزوں کو اہل بیت سے ان کے ہمراہ شہید کیا کہ جو ان میں سے اپنا مثل و مانند زمین پر نہ رکھتے تھے اور تحقیق کہ شہادت امام حسین پر آسمانہائے ہفت گانہ اور زمین نے گریہ کیا اور چار ہزار فرشتے آسمان سے نصرت حسین کے لیے زمین پر آئے اور جب زمین پر پہنچے حضرت شہید ہو چکے تھے۔ اب وہ فرشتے سر برہنہ ہمیشہ گرد آلود قبر امام حسین پاس ہیں تا وقتیکہ حضرت قائم ظاہر ہوں۔ پس وہ فرشتے یاوران امام حسین سے ہوں گے اور وقت رجعت شعار ان کا یہ ہوگا — یا ثارالحسین یعنی اے طلب کنندگان خون حسین الخ۔ (جلاء العیون جلد دوم مترجم صـ۸۳ طبع دوم۔ ناشر شیعہ جنرل بک ایجنسی انصاف پریس لاہور)

اور صـ۸۷ پر یہ روایت ہے کہ: اور ملائکہ جو قبر امام حسین پر روتے ہیں۔ ان کے رونے سے مرغان ہوا اور جو کچھ ہوا اور آسمانوں میں ہے مثل ملائکہ وغیرہ گریاں ہوتے ہیں اور جب شمر ملعون نے امام حسین کو شہید کیا جہنم نے ایک ایسا نعرہ مارا کہ قریب تھا کہ زمین کو شگاف کر دے الخ

تبصرہ مندرجہ روایت سے ثابت ہوا کہ چار ہزار فرشتے جو امام حسین کی مدد کے لیے آئے تھے بروقت نہ پہنچ سکے اور ان کے آنے سے پہلے ہی امام حسین شہید ہو گئے۔ اب وہ امام مہدی کے ظہور تک قبر پر ماتم کرتے رہیں گے۔ روایت تو وضع کی گئی ہے ماتم کی فضیلت کے لیے لیکن دوسرے پہلو کو نظر انداز کر دیا گر اس سے بھی یہ لازم آتا ہے کہ یہ فرشتے بھی اللہ کے حکم کی تعمیل نہیں کر سکے۔ آخر آئے تو ہوں گے خدا کی اجازت سے لیکن وہ اتنے سست تھے کہ لیٹ پہنچے۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ایسے فرشتے جب امام حسین کی مدد نہ کر سکے تو وہ امام مہدی کی مدد میں بھی کیا کوتاہی نہیں کر سکتے اور امام مہدی کے متعلق اہل تشیع کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ؛ وقتیکہ قائم علیہ السلام ظاہر می شود پیش از کفار ابتداء بسنیاں خواہد کرد با علمائے ایشاں دانشاں را خواہد کشت (حق الیقین طبع ایران صـ۵۲۷ مؤلفہ شیعہ رئیس المحدثین باقر مجلسی۔

ترجمہ: جس وقت قائم (یعنی امام مہدی) ظاہر ہوں گے کافروں سے پہلے وہ سنیوں سے ابتدا کریں گے اور ان کو علماء سمیت قتل کریں گے۔

عقیدہ تو در اصل شیعوں کا شیعوں کے بارے میں یہ ہے لیکن بظاہر وہ اہل السنت والجماعت کو

اتحاد و اتحاد کی دعوت دیتے ہیں اور بعض اہلسنت بھی ان کے دام تزویر میں آجاتے ہیں۔ چنانچہ پروفیسر طاہر القادری کا بھی یہی حال ہے۔ عبرت۔ عبرت۔ عبرت

قافلہ مقصود تھا یا لشکرِ قریش یہ ایک معرکۃ الآراء بحث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے قافلہ قریش پر حملہ کرنے کے لیے نکلے تھے یا لشکرِ قریش کا مقابلہ مقصود تھا۔ جمہور مورخین محدثین اور اصحاب سِیَر کا یہ نظریہ ہے کہ مدینہ منورہ سے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابوسفیان کے تجارتی قافلہ پر حملہ کرنے کے لیے نکلے تھے لیکن قافلہ یہ اطلاع پاکر دوسرے راستہ سے نکل گیا اور لشکرِ قریش جو قافلہ کے تحفظ کے لیے مکہ سے چلا تھا۔ بدر کے مقام پر ان سے مقابلہ ہوگیا لیکن علامہ شبلی نعمانی کا یہ نظریہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے ہی لشکرِ قریش کے مقابلہ کے لیے نکلے تھے اور ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے بھی اسی نظریہ کی تائید کی ہے۔ مولانا شبلی نعمانی مرحوم نے اپنے اس موقف کی تائید میں حسب ذیل دلائل پیش کیے ہیں:

۱ كما اخرج ربك من بيتك بالحق وان فريقًا من المومنين لكارهون يجادلونك بالحق بعد ماتبين كانما يساقون الى الموت وهم ينظرون ۝ جس طرح تجھ کو تیرے خدا نے تیرے گھر سے حق پر نکالا درانحالیکہ مسلمانوں کا ایک گروہ اس کو پسند نہیں کرتا تھا۔ یہ لوگ حق کے ظاہر ہوئے پیچھے حق بات میں جھگڑا کرتے تھے گویا کہ موت کی طرف ہنکائے جارہے ہیں۔" (سورۃ الانفال آیت ۵)

ترکیب نحوی کی رو سے وَاِنَّ میں جو واؤ ہے حالیہ ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ مسلمانوں کا ایک گروہ جو لڑائی سے جی چرا تا ہے یہ موقع وہ موقع تھا جب آپ مدینہ سے نکل رہے تھے نہ کہ مدینہ سے نکل کر جب آپ آگے بڑھے۔ کیونکہ واؤ حالیہ کے لحاظ سے خروج من البیت اور اس گروہ کے جی چرانے کا وقت اور زمانہ ایک ہی ہونا چاہیئے الخ (سیرت النبی حصہ اوّل)

الجواب علامہ شبلی نعمانی مرحوم کو یہاں غلط فہمی ہوئی ہے جس کی بنا پر وہ مورخین ارباب سِیَر اور محدثین کی تحقیق کا رَد کرتے ہوئے اپنا یہ نظریہ پیش کر رہے ہیں کہ قرآن کا بیان ان تمام مورخین و محدثین وغیرہم کے خلاف ہے۔ اس سلسلے میں ہم یہاں شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں جو بہت جامع ہے اور جس

سے علامہ شبلی نعمانی یا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی غلط فہمیوں کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ علامہ عثمانی رح زیرِ بحث آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں، جب مشرکین کا ظلم و تکبر اور مسلمانوں کی مظلومیت اور بے کسی حد سے گزر گئی۔ ادھر اہلِ ایمان کے قلوب وطن و قوم و زن و فرزند، مال و دولت غرض ہر ایک ماسوی اللہ کے تعلق سے خالی اور پاک ہو کر محض خدا اور رسول صلعم کی محبت اور دولت، توحید و اخلاص سے ایسے بھرپور ہو گئے کہ گویا غیر اللہ کی ان میں گنجائش ہی نہ رہی، تب ان مظلوموں کو جو تیرہ برس سے برابر کفار کے ہر قسم کے حملے سہہ رہے تھے اور وطن چھوڑنے پر بھی امن حاصل نہ کر سکے تھے ظالموں سے لڑنے اور بدلہ لینے کی اجازت دی گئی۔ اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ۔ (سورۃ الحج رکوع ۶) حکم ہوا ان لوگوں کو جن سے کافر لڑتے ہیں اس واسطے کہ ان پر ظلم ہوا اور اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔ وہ جن کو نکالا ان کے گھروں سے اور دعویٰ کچھ نہیں سوائے اس کے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ (ترجمہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن اسیر مالٹا) مکہ کا ادب مانع تھا کہ مسلمان ابتدا وہاں چڑھ کر جائیں۔ اس لیے ہجرت کے بعد تقریباً ڈیڑھ سال تک لائحہ عمل یہ رہا کہ مشرکین مکہ کے تجارتی سلسلوں کو جو شام و یمن وغیرہ سے قائم تھے شکست دے کر ظالموں کی اقتصادی حالت کمزور اور مسلمانوں کی مالی پوزیشن مضبوط کی جائے۔ ہجرت کے پہلے سال ابواء۔ بواط۔ عشیرہ وغیرہ چھوٹے چھوٹے غزوات و سرایا جن کی تفصیل کتب حدیث و سیر میں ہے اس سلسلے میں وقوع پذیر ہوئے۔ ۲ھ میں آپ کو معلوم ہوا کہ ایک بھاری تجارتی مہم ابوسفیان رضہ کی سرکردگی میں شام کو روانہ ہوئی ہے ابوسفیان کا یہ تجارتی قافلہ جس کے ساتھ تقریباً ساٹھ قریشی، ایک ہزار اونٹ اور پچاس ہزار دینار کا مال تھا جب شام سے مکہ کو روانہ ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی۔ صحیح مسلم کی ایک روایت کے موافق آپ نے صحابہ رضہ سے مشورہ لیا کہ آیا اس جماعت سے تعرض کیا جائے۔ طبری کے بیان کے موافق بہت سے لوگوں نے اس مہم میں جانے سے پہلو تہی کی کیونکہ انہیں کسی بڑی جنگ کا خطرہ نہ تھا جس کے لیے بڑا اجتماع و اہتمام کیا جائے۔ دوسرے انصار کی نسبت عموماً یہ خیال بھی کیا جاتا تھا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نصرت و حمایت کا معاہدہ صرف اس صورت میں کیا ہے کہ کوئی قوم مدینہ پر چڑھائی کرے یا آپ پر حملہ آور ہو۔ ابتداءً اقدام کر کے جانا خواہ کسی صورت میں ہو ان

کے معاہدہ میں شامل نہ تھا۔ مجمع کا یہ رنگ دیکھ کر ابوبکرؓ و عمرؓ اور رئیس انصار سعدؓ بن عبادہ نے
حوصلہ افزا تقریریں کیں۔ آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تین سو سے کچھ زائد آدمیوں کی جمعیت لے کر قافلے
کی طرف روانہ ہو گئے۔ چونکہ کسی بڑے مسلح لشکر سے مڈبھیڑ ہونے کی توقع نہ تھی اس لیے جمعیۃ اور سامان
اسلحہ وغیرہ کا زیادہ اہتمام نہیں کیا گیا۔ فی الوقت جو لوگ اکٹھے ہو گئے سرسری سامان کے ساتھ روانہ
ہوئے۔ اس لیے بخاری کی روایت میں حضرت کعبؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ: جو لوگ غزوۂ بدر میں
شریک نہیں ہوئے ان پر کوئی عتاب نہیں ہوا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف تجارتی مہم کے ارادہ
سے نکلے تھے۔ اتفاقاً خدا نے باقاعدہ جنگ کی صورت پیدا فرما دی۔ ابوسفیانؓ کو آپ کے ارادے
کا پتہ چل گیا۔ اس نے فوراً مکہ آدمی بھیجا۔ وہاں تقریباً ایک ہزار کا لشکر جس میں قریش کے بڑے بڑے
سردار تھے پورے ساز و سامان کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مقام صفرار
میں تھے۔ جب معلوم ہوا کہ ابوجہل وغیرہ بڑے بڑے ائمۃ الکفر کی کمانڈ میں مشرکین کا لشکر یلغار کرتا چلا آرہا
ہے۔ اس غیر متوقع صورت کے پیش آجانے پر آپ نے صحابہ کو اطلاع کی کہ اس وقت دو جماعتیں ہمارے
سامنے ہیں۔ تجارتی قافلہ اور فوجی لشکر۔ خدا کا وعدہ ہے کہ دونوں میں سے کسی ایک پر تم کو مسلط
کرے گا۔ تم بتلاؤ کہ کس جماعت کی طرف بڑھنا چاہتے ہو۔ چونکہ اس لشکر کے مقابلہ میں تیاری کر کے
نہ آئے تھے اس لیے اپنی تعداد اور سامان وغیرہ کی قلت کو دیکھتے ہوئے بعض لوگوں کی رائے یہ ہوئی کہ
تجارتی قافلہ پر حملہ کرنا زیادہ مفید اور آسان ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس رائے سے خوش نہ تھے۔
حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ اور مقدادؓ بن الاسود نے ولولہ انگیز جوابات دیے اور اخیر میں حضرت سعدؓ بن معاذ
کی تقریر کے بعد یہی فیصلہ ہوا کہ فوجی مہم کے مقابلہ پر جوہر شجاعت دکھلائے جائیں۔ چنانچہ مقام بدر میں
دونوں فوجیں بھڑ گئیں۔ حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عظیم عطا فرمائی۔ کافروں کے ستر بڑے بڑے
سردار مارے گئے اور ستر قید ہوئے۔ اس طرح کفر کا زور ٹوٹا۔ اس سورۃ میں عموماً اس واقعہ کے
اجزاء و متعلقات کا بیان ہوا ہے۔ جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اس سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم شروع
ہی سے فوجی لشکر کے مقابلہ میں نکلے تھے جو مدینہ پر از خود اقدام کرتا ہوا چلا آرہا تھا۔ تجارتی قافلہ
پر حملہ کرنے کی نیت آپ نے اوّل سے آخر تک کسی وقت نہیں کی وہ فی الحقیقت اپنے ایک خود ساختہ
اصول پر تمام ذخیرۂ حدیث و سیر و اشارات قرآنیہ کو قربان کرنا چاہتے ہیں۔ یہ منطق ہماری سمجھ میں

نہیں آتی کہ کفار محاربین جن کی دستبرد سے مسلمانوں کی جان و مال کوئی چیز نہ بچی اور نہ آئندہ بچنے کی توقع تھی ان کو جانی و بدنی نقصان پہنچانا تو ناجائز سمجھا جائے لیکن تجارتی اور مالی نقصان پہنچانا خلافِ تہذیب و انسانیت ہو۔ یعنی ان کی جانیں تو ظلم و شرارت اور کفر و طغیان کی بدولت محفوظ نہیں رہیں مگر اموال بدستور محفوظ رہیں۔ گویا زندگی کے حق سے محروم ہو جائیں تو ہو جائیں پر سامانِ زندگی سے محروم نہ ہوں۔ ان ھذا الشئی عجاب۔ باقی یہ دعویٰ کہ جو لوگ حملہ آور نہ ہوتے ہوں ان پر مسلمانوں کو از خود حملہ کرنا جائز نہیں کیونکہ وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم (یعنی اللہ کی راہ پر ان لوگوں سے قتال کرو جو تم سے لڑتے ہیں) کے خلاف ہوگا۔ قطع نظر اس کے کہ یہ مسئلہ موجودہ واقعہ سے بے تعلق ہے کیونکہ کفارِ مکہ پہلے ہر قسم کے مظالم اور حملے مسلمانوں پر کر چکے تھے اور آئندہ کے لیے باقاعدہ دھمکیاں دے رہے تھے بلکہ اس بارے میں ان کی سازشیں اور مراسلین جاری تھیں فی نفسہ بھی صحیح نہیں کیونکہ یہ آیت ابتدائے ہجرت میں اُتری تھی جس کے بعد دوسری آیات جن میں مطلق قتال کا حکم ہے نازل ہوئیں پھر یہ بھی قابلِ غور ہے کہ اتنا کہنے سے کہ حملہ آوروں کی مدافعت کرو" یہ لازم نہیں آتا کہ کسی حالت میں حملہ کرنے کی اجازت نہیں"۔

(۲) اس سلسلے میں علامہ عثمانی لکھتے ہیں: یعنی سوچو کہ اس جنگ (بدر) میں شروع سے آخر تک کس طرح حق تعالیٰ کی تحریک و تائید اور امداد و توفیق مسلمانوں کے حق میں کار فرما تھی۔ خدا ہی تھا جو نصرتِ دینِ اسلام کے حق (سچے) وعدے کر کے اپنے نبی کو ایک امرِ حق یعنی کفّار کے ساتھ جہاد کرنے کے لیے مدینہ سے باہر بدر کے میدان میں اس وقت لے آیا جبکہ ایک جماعت مسلمانوں کی لشکرِ قریش سے بزد آزمائی کرنے پر راضی نہ تھی۔ یہ لوگ ایسی سچی اور طے شدہ چیزیں پس و پیش کر رہے اور حجتیں نکال رہے تھے جس کی نسبت بذریعہ پیغمبر انہیں ظاہر ہو چکا تھا کہ وہ یقیناً خدا کی فرمائی ہوئی اٹل بات ہے (یعنی اسلام و پیروانِ اسلام کا بذریعہ جہاد غالب و منصور ہونا) ابوجہل کے لشکر سے مقابلہ کرنا ان کو اس قدر شاق و گراں تھا جیسے کسی شخص کو آنکھوں دیکھتے موت کے منہ میں جانا مشکل ہے تاہم خدا اپنی توفیق سے ان کو میدانِ جنگ میں لے گیا اور اپنی امداد سے مظفر و منصور واپس لایا۔ پس جیسے خدا ہی کی مدد سے از اول تا آخر یہ مہم سر ہوئی مالِ غنیمت بھی اسی کا سمجھنا چاہیئے۔ وہ اپنے پیغمبر کے ذریعے سے جہاں بتلائے وہاں خرچ کرو (تنبیہ) کما اخرجک کے کاف کو میں نے اپنی تقریر

میں صرف تشبیہ کے لیے نہیں لیا بلکہ ابوحیان کی تحقیق کے موافق معنی تعلیل پر مشتمل رکھا ہے جیسے
واذکروہ کما ھداکم میں علماء نے تصریح کی ہے اور اخرجک ربک من بیتک الی آخر الآیات
کے مضمون کو میں نے الانفال للہ والرسول کا ایک سبب قرار دیا ہے۔ ابوحیانؒ کی طرح امرک اللہ
وغیرہ مقدر نہیں مانا۔ تقریر آیت میں صاحب روح المعانی کی تصریح کے موافق اشارہ کر دیا ہے کہ
اخرجک ربک من بیتک میں صرف ان خروج من البیت مراد نہیں بلکہ خروج من البیت سے دخول
فی الجہاد تک کا اور وسیع زمانہ مراد ہے جس میں وانا فریقا من المومنین لکارھون
یجادلونک فی الحق احوال کا وقوع ہوگا۔ ایک فریق کی کراہت تو عین خروج من المدینہ
ہی کے وقت ظاہر ہو گئی جسے ہم صحیح مسلم اور طبری کے حوالہ سے سورۃ الانفال کے پہلے فائدہ میں بیان
کر چکے ہیں اور مجادلہ کی صورت غالباً آگے چل کر لشکر کی اطلاع ملنے پر مقام صفراء میں پیش آئی۔
اس کے سمجھ لینے سے بعض مبطلین کے مغالطات کا استیصال ہو جائے گا۔"

مولانا شبلی نعمانی مرحوم نے آیت وانا فریقا من المومنین لکارھون میں واؤ حالیہ سے
یہ ثابت کیا تھا کہ مسلمانوں کے ایک فریق کی جنگ کے پیش نظر ناگواری کا اظہار اس وقت ہوا جبکہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر یا مدینہ منورہ سے نکل رہے تھے اس کا جواب صاحب روح المعانی
کے حوالہ سے یہ دیا ہے کہ واؤ حالیہ کے تحت گھر سے نکلنے سے لے کر میدانِ جنگ تک کا سارا
زمانہ مراد ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی ملحوظ رہے کہ الفاظ گو سخت ہیں کہ بعض مسلمان اس میں حضور صلی اللہ
علیہ وسلم سے مجادلہ (جھگڑا) کر رہے تھے اور وہ جنگ کو اس طرح ناپسند کر رہے تھے گویا کہ وہ
موت کے منہ میں جا رہے ہیں۔ یہاں اختلاف رائے کو اللہ تعالیٰ نے مجادلہ سے تعبیر فرمایا جیسا کہ سورۃ
مجادلہ میں حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا

قد سمع اللہ قول التی تجادلک فی زوجھا وتشتکی الی اللہ واللہ یسمع تحاورکما ان اللہ سمیع بصیرہ	بے شک اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی جو آپ سے اپنے شوہر کے معاملہ میں جھگڑتی تھی اور اپنے رنج و غم کی اللہ تعالیٰ سے شکایت کرتی تھی اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا اور اللہ تعالیٰ تو سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے" (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

"اللہ نے سُن لی اس عورت کی بات جو اپنے شوہر کے معاملے میں تم سے تکرار کر رہی ہے اور اللہ سے فریاد کیے جاتی ہے۔ اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا ہے وہ سب کچھ سُننے والا اور دیکھنے والا ہے۔" (ترجمہ ابوالاعلیٰ مودودی)

یہ آیتیں اس سلسلے میں نازل ہوئی ہیں کہ ایک صحابی حضرت اوس بن الصامت رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ حضرت خولہؓ سے یہ کہہ دیا انت علی کظھر امی (تو میرے حق میں ایسی ہے جیسے میری ماں کی پشت (کہ مجھ پر حرام ہے) زمانۂ جاہلیت میں ان الفاظ سے ہمیشہ کے لیے عورت کا حرام ہونا مراد لیا جاتا تھا۔ حضرت خولہؓ نے دربارِ رسالت میں حاضر ہو کر مسئلہ دریافت کیا۔ دستور کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری رائے میں تو اپنے شوہر پر حرام ہو گئی ہے۔ اس پر وہ سخت پریشان ہوئیں اور عرض کرنے لگیں کہ بڑھاپے میں مجھے ایسی طلاق ملی ہے۔ میں کہاں جاؤں۔ میرا اور میرے بچوں کا گزارہ کیسے ہوگا۔ وہ بار بار عرض کرتی تھیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں اور اس مسئلہ ظہار کے متعلق یہ حکم دیا کہ ان الفاظ کے بعد شوہر کفارہ ادا کرے تو پھر بدستور اس کو بیوی بنا سکتا ہے۔ صحابہ تو صحابہ ہیں بعض انبیائے کرام علیہم السلام کی معمولی لغزشوں پر حق تعالیٰ نے سخت الفاظ میں تنبیہ فرمائی ہے۔ چنانچہ ابوالبشر ابوالانبیاء حضرت آدم علیہ السلام نے بھول کر اس ممنوعہ درخت کا پھل کھا لیا تھا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ فنسی ولم نجد لہ عزماً (سورہ طٰہٰ آیت ۱۱۵) پس بھول گیا (یعنی حضرت آدم علیہ السلام) اور نہ پایا ہم نے واسطے اس کے قصد خلاف" (ترجمہ: حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی) یعنی حضرت آدمؑ نے قصداً (جان بوجھ کر) پھل نہیں کھایا بلکہ بھول گئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی اس لغزش کو ان الفاظ سے بیان فرمایا۔ وعصیٰ ادم ربہ فغویٰ (طٰہٰ آیت ۱۲۱) یہاں حضرت آدمؑ کو بظاہر معصیت اور غوایت کا مرتکب قرار دیا ہے حالانکہ یہ صورتاً معصیت ہے نہ حقیقتاً۔ چنانچہ حضرت شاہ رفیع الدین صاحب نے اس کا ترجمہ یہ لکھا ہے: اور آدم نے (نادانستہ) اپنے رب کا قصور کیا پس وہ غلطی میں پڑ گیا" اور حضرت تھانویؒ کا ترجمہ یہ ہے: اور آدم سے اپنے رب کا قصور ہو گیا سو غلطی میں پڑ گئے۔ لہٰذا سورۃ الانفال کی زیر بحث آیت کا کے الفاظ سے مولانا شبلی مرحوم کا یہ نتیجہ نکالنا کہ لشکر قریش کے خوف سے ان بعض صحابہ کی یہ حالت ہو گئی تھی صحیح نہیں۔ مہاجرین صحابہ ہوں یا

انصار وہ تو اپنے مال اور جانیں اپنے رب کے ہاں فروخت کر چکے تھے۔ انہیں اس طرح موت کا خوف کیونکر دامن گیر ہو سکتا تھا۔ حق تعالیٰ نے ان کے صدق و کے پیش نظر اس طرح اختلاف رائے کو بھی بُرا سمجھا اور سخت الفاظ سے ان کو تنبیہ فرما دی۔ حسنات الابرار سیأت المقربین ابرار کے ہاں جو عمل نیکی کا ہوتا ہے وہی مقربین کے لیے ایک قسم کا گناہ قرار پاجاتا ہے۔

(۲) علامہ شبلی مرحوم فرماتے ہیں کہ: اگر صرف قافلۂ تجارت پر حملہ کرنا مقصود ہوتا تو یہ خوف یہ اضطراب یہ پہلو تہی کس بنا پر تھی۔ اس سے پہلے بارہا (بقول ارباب سیر) قافلۂ قریش پر حملہ کرنے کے لیے تھوڑے تھوڑے آدمی بھیج دیے گئے تھے اور کبھی ان کو ضرر نہیں پہنچا تھا۔ اس وقت قافلہ کا اتنا ڈر رہے کہ تین سو چیدہ اور منتخب فوج ہے اور پھر لوگ ڈر کے مارے سہمے جاتے ہیں۔ یہ قطعی دلیل ہے کہ مدینہ ہی میں خبر آگئی تھی کہ قریش کہ سے جمعیت عظیم لے کر مدینہ پر آرہے ہیں۔ (سیرت النبی ج ۱ ص ۳۴۸)

الجواب (۱) یہ تو کوئی قطعی دلیل نہیں بن سکتی۔ یہ مولانا نعمانی کا اپنا قیاس ہے۔ کسی روایت میں یہ تصریح نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ہی صحابہ کرامؓ سے یہ فرمایا ہو کہ تمہارے سامنے دو گروہ ہیں۔ ایک قافلۂ تجارت اور دوسرا لشکرِ قریش۔ ان میں سے تم کس کو انتخاب کرتے ہو۔

(۲) قبل ازیں سریہ بواط میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سو صحابہؓ کو حملہ کے لیے بھیجا تھا چنانچہ خود مولانا شبلی لکھتے ہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پہلے قریش کے قافلوں پر حملہ کرنے کے جس قدر سرایا بھیجے ہیں اور جن میں بیس تیس آدمی سے لے کر سو سو دو دو سو کی جمعیت تھی ان میں کبھی کسی انصاری کو نہیں بھیجا۔ ارباب سیر اس امر کی یہ تصریح لکھتے ہیں اور اس تصریح کی اس لیے ضرورت سمجھتے ہیں کہ انصار نے بیعت کے وقت مدینہ سے باہر نکلنے کا اقرار نہیں کیا تھا۔ اس بنا پر اگر اس دفعہ بھی مدینہ سے نکلنے کے وقت صرف قافلۂ تجارت پر حملہ کرنا مقصود ہوتا تو انصار ساتھ نہ ہوتے حالانکہ اس دفعہ انصار کی تعداد مہاجرین سے زیادہ تھی یعنی کل فوج ۳۰۵ تھی جن میں ۸۳ مہاجرین اور باقی سب انصار تھے (ص ۳۵۴) لیکن انصار نے بیعت میں یہ بھی تو نہیں کہا تھا کہ مدینہ منورہ سے باہر ہم کسی دشمن کے مقابلہ میں آپ کا ساتھ نہیں دیں گے۔ علاوہ ازیں اس دفعہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی تشریف لے جا رہے تھے اس لیے تقاضائے

مت انصار بھی ساتھ چلنے کے لیے تیار ہو گئے اور یہ بھی محفوظ رہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکرِ قریش کے مقابلہ کے لیے صحابہ کرامؓ سے مشورہ لیا تو سابقہ معاہدہ ذکر کر کے انصار کو دعوتِ جہاد نہیں دی۔ چنانچہ علامہ شبلی لکھتے ہیں:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان حالات کی اطلاع ہوئی تو آپؐ نے صحابہ کو جمع کیا اور واقعہ کا اظہار فرمایا۔ حضرت ابوبکرؓ وغیرہ نے جاں نثارانہ تقریریں کیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصار کی طرف دیکھتے تھے کیونکہ انصار نے بعیت کے وقت صرف یہ اقرار کیا تھا کہ وہ اس وقت تلوار اٹھائیں گے جب دشمن مدینہ پر چڑھ آئیں۔ حضرت سعد بن عبادۃ (سردار خزرج) نے اٹھ کر کہا۔ کیا حضور کا اشارہ ہماری طرف ہے۔ خدا کی قسم آپ فرمائیں تو ہم سمندر میں کود پڑیں۔" یہاں روایت میں غلطی ہے کیونکہ تقریر حضرت سعدؓ بن معاذ (سردار اوس) نے کی تھی نہ کہ حضرت سعدؓ بن عبادۃ نے۔ حضرت سعدؓ بن عبادۃ تو جنگِ بدر میں شریک ہی نہ ہو سکے۔

اور حضرت سعدؓ بن معاذ کا یہ کہنا کہ:۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ ہماری طرف ہے؟...
یہاں قابلِ غور بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اشارتاً انصار کو مخاطب فرما رہے ہیں حالانکہ اگر انصار کے سابقہ معاہدہ کا مطلب یہ ہوتا کہ انصار کسی قسم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ منورہ سے باہر نہیں جائیں گے تو اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بجائے اشارہ کے بصراحت یہ ارشاد فرماتے کہ اب لشکرِ قریش کے مقابلہ کے لیے ہم نے نکلنا ہے۔ کیا تم انصار اس میں ہمارا ساتھ دو گے؟ لہٰذا اگر انصار قافلۂ قریش پر حملہ کرنے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکل پڑے تھے تو اس سے سابق معاہدہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

(۳) علامہ شبلی مرحوم احادیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
قرآن مجید کے بعد احادیثِ نبوی کا درجہ ہے۔ احادیث کی متعدد کتابوں میں غزوۂ بدر کا مفصل و مجمل ذکر ہے لیکن حضرت کعب بن مالک والی حدیث کے سوا اور کسی حدیث میں یہ واقعہ میری نظر سے نہیں گزرا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدر میں قریش کے قافلۂ تجارت کے لوٹنے کے لیے نکلے تھے۔
حضرت کعبؓ کی حدیث یہ ہے

عن عبد اللّٰه بن کعب قال کعب — کعب کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لم اتخلف عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوۃ غزاھا الا غزوۃ تبوک غیر انی تخلفت فی غزوۃ بدر ولم یعاتب احد تخلف عنھا انما خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم یرید غیر قریش حتی جمع اللہ بینہ وبینھم علی غیر میعاد۔

کو چھوڑ کر کسی غزوہ سے پیچھے نہیں رہا بجز غزوۂ تبوک کے۔ اور ہاں غزوۂ بدر میں بھی شریک نہ تھا اور جو اس میں شریک نہ ہوا اس پر کوئی عتاب نہیں ہوا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے قافلہ کے لیے نکلے تھے کہ خدا نے دونوں فریق کو اچانک مقابل کر دیا۔

(سیرت النبی جلد اول طبع پنجم ص ۳۵۰)

تبصرہ: حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی یہ روایت صحیح بخاری کتاب المغازی قصہ غزوۂ بدر میں ہے لیکن تعجب ہے کہ مولانا شبلی مرحوم نے روایت تو نقل کر دی لیکن بخاری کا حوالہ نہیں دیا۔ اس روایت میں تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے قافلہ قریش پر حملہ کرنے کے لیے نکلے تھے۔ علامہ شبلی فرماتے ہیں کہ قافلہ قریش کے متعلق صرف یہ ایک روایت ہے۔ ٹھیک ہے لیکن یہ روایت امام بخاریؒ نے درج کی ہے اور اس میں قافلہ قریش کے بارے میں تصریح ہے لیکن مدینہ منورہ سے ہی لشکرِ قریش کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکلنے کی تو کسی ایک روایت میں بھی نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کے اشارات اور بخاری کی حدیث مذکور سے ہی جمہور مؤرخین۔ اہل سیر مفسرین اور محدثین نے یہ موقف قائم کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود قریش پر حملہ کر کے ان کی مالی پوزیشن کو کمزور کرنا تھا۔

(۴) علامہ شبلی نے اپنی تائید میں صحیح مسلم کی ایک روایت پیش کی۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

اس (روایت بخاری) کے خلاف حضرت انسؓ کی حدیث ہے جو صحیح مسلم میں ہے:

عن انسؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شاور حین بلغہ اقبال

انسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ابوسفیان کے آنے

ابی سفیانؓ قال فتکلم ابو بکرؓ فاعرض عنه ثم تکلم عمرؓ فاعرض عنه فقام سعد بن عبادہ فقال ایانا ترید یا رسول اللہ والذی نفسی بیدہ لو امرتنا ان اخضنا البحر لاخضناھا ولو امرتنا ان نضرب اکبادھا الی برک الغماد قال فندب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الناس فانطلقوا حتی نزلوا بدراً۔

کی خبر معلوم ہوئی تو آپؐ نے مشورہ طلب کیا۔ حضرت ابوبکرؓ بولے تو آپؐ نے توجہ نہ فرمائی پھر حضرت عمرؓ بولے تو آپؐ نے ان کی طرف بھی توجہ نہ کی پھر حضرت سعدؓ بن عبادہ کھڑے ہوئے اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپؐ کا روئے خطاب ہم انصار کی طرف ہے۔ خدا کی قسم اگر دریا میں سواری ڈالنے کا آپ حکم دیں تو ہم ڈال دیں گے اور اگر برک الغماد تک جانے کا حکم دیں گے تو ہم کریں گے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد آپؐ نے لوگوں کو شرکتِ جنگ کی دعوت دی۔ لوگ چل پڑے اور بدر پر اُترے۔

(سیرت النبی حصہ اوّل ص ۳۱۵ طبع پنجم)

علامہ شبلی نعمانی نے مسلم شریف کی منقولہ حدیث کو اپنے مؤقف کی تائید میں پیش کی ہے حالانکہ یہ بھی ان کے خلاف ہے کیونکہ اس میں تصریح ہے کہ آپ نے اس وقت مشاورت کی جب ابوسفیان کے آنے کا علم ہوُا اور مولانا شبلی نے خود اس کا ترجمہ بھی یہ کیا ہے: "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ابوسفیان کے آنے کی خبر معلوم ہوئی تو آپ نے مشورہ طلب کیا"۔ تعجب ہے کہ علامہ شبلی نے یہ حدیث اپنے موقف کی تائید میں کس بنا پر پیش کی ہے۔ بہرحال مولانا شبلی نعمانی یا ابوالاعلیٰ مودودی کوئی حدیث نہیں پیش کر سکے جس میں تصریح ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ہی لشکرِ قریش کے مقابلہ کے لیے صحابہ کرام سے مشورہ کیا تھا اور جب جمہور محدثین، مفسرین، ارباب سیر اور مورخین کی تحقیق یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے صرف قافلۂ قریش پر حملہ کے لیے نکلے تھے اور اس کی تائید احادیث سے بھی ہوتی ہے تو پھر اس موقف کے قبول کرنے میں پس و پیش کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر یہ نظریہ ہے کہ جنگ صرف دفاع کے لیے جائز ہے

اور اس میں اقدام صحیح نہیں تو یہ بھی غلط ہے۔ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اس کا ایک خوب جواب دیا ہے کہ:

"یہ منطق ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ کفار محاربین جن کی دستبرد سے مسلمانوں کی جان و مال کوئی چیز نہ بچی اور نہ آئندہ بچنے کی توقع تھی ان کو جانی و بدنی نقصان پہنچانا تو جائز سمجھا جائے لیکن تجارتی اور مالی نقصان پہنچانا خلافِ تہذیب و انسانیت ہو یعنی ان کی جانیں تو ظلم و شرارت اور کفر و طغیان کی بدولت محفوظ نہیں رہیں مگر اموال بدستور محفوظ رہیں۔ گویا زندگی کے حق سے محروم ہو جائیں تو ہو جائیں مگر سامانِ زندگی سے محروم نہ ہوں۔"

اور اسی سلسلے میں حضرت مولانا محمد ادریس صاحبؒ کاندھلوی شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور لکھتے ہیں: قریش کو مقام جحفہ میں پہنچ کر ابو سفیان کی طرف سے اطلاع ملی کہ قافلہ صحیح و سالم بچ نکلا ہے اور حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام صفراء میں پہنچ کر اطلاع ملی کہ کاروانِ تجارت تو نکل گیا ہے اور قریش پوری تیاری کے ساتھ مسلح ہو کر آ رہے ہیں۔ چونکہ مسلمان کسی جنگ کی نیت سے نہیں نکلے تھے اس لیے آپ نے صحابہؓ سے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیئے —— لہٰذا کسی علامہ کا یہ خیال کہ حضورؐ پرُنور نے اوّل سے آخر تک کسی وقت بھی تجارتی قافلہ پر حملہ کی نیت نہیں کی بلکہ ابتداء ہی سے حضورؐ پرنور نے جو سفر شروع فرمایا وہ قریش کے اس فوجی لشکر کے مقابلہ اور دفاع کے لیے تھا جو از خود مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے اقدام کرتا ہوا چلا آ رہا تھا۔ یہ خیال ایک خیال خام ہے جو اپنی ایک مذموم درایت اور خود ساختہ اصول پر مبنی ہے جس پر تمام ذخیرۂ احادیث نبویہ اور ارشادات قرآنیہ اور روایات سیرت اور واقعاتِ تاریخیہ کو قربان کرنا چاہتے ہیں۔ افسوس صد افسوس کہ جن اعداء اللہ نے اللہ کے نبی اور اس کے متبعین کو جانی و مالی نقصان پہنچایا ہو اور ان کو گھروں سے نکالا ہو اور ان کے اموال پر ناجائز قبضے کیے ہوں اور آئندہ کے لیے بھی ان کے یہی عزائم ہوں اور ایک لمحہ کے لیے اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کی تدبیر سے غافل نہ ہوں۔ سو اگر مسلمان ان کو جانی یا مالی نقصان پہنچانے کے لیے کوئی اقدام کریں تو اس کو خلافِ تہذیب اور خلاف انسانیت سمجھا جائے اور جن روایات میں کچھ تاویل چل سکے وہاں تاویل کر لی جائے اور جہاں تاویل نہ چل سکے ان کو ذکر ہی نہ

کیا جائے تاکہ آپ کے خود ساختہ اصول پر زد نہ پڑے۔ یہ شانِ علم اور امانت کے خلاف ہے۔ غزوۂ بدر سے پہلے جس قدر مہمیں روانہ کی گئیں وہ اکثر و بیشتر قریش کے تجارتی قافلوں ہی پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کی گئیں۔ پھر غزوۂ بدر میں کیوں اشکال پیش آیا الخ (سیرت المصطفیٰ حصہ دوم ص ۱۵۸) اور حضرت مولانا ادریس صاحب رحمہ اللہ علیہ اقدامی جہاد کے متعلق بھی فرماتے ہیں کہ: جہاد کی مختلف قسمیں ہیں۔ جہاد کی ایک قسم دفاع ہے جس کو دفاعی جہاد کہتے ہیں۔ جہاد کی دوسری قسم اقدامی جہاد ہے یعنی جبکہ کفر کی قوت اور شوکت سے اسلام کی آزادی کو خطرہ ہو تو ایسی حالت میں اسلام اپنے پیروؤں کو حکم دیتا ہے کہ تم دشمنانِ اسلام پر جارحانہ حملہ اور ہاجمانہ اقدام کرو۔ تاکہ اسلام اور مسلمان کفر اور شرک کے فتنہ سے محفوظ ہو جائیں اور بغیر کسی خوف و خطر کے امن و عافیت کے ساتھ خداوند ذوالجلال کے احکام کو بجا لا سکیں۔ اس انتظار میں رہنا کہ جب خطرہ سر پر آجائے گا اس وقت مدافعت کریں گے یہ اعلیٰ درجہ کی حماقت اور سفاہت ہے۔ جس طرح شیر اور چیتا کو حملہ کرنے سے پہلے ہی قتل کر دینا اور کاٹنے سے پہلے ہی سانپ اور بچھو کا سر کچل دینا اعلیٰ درجہ کا تدبر ہے۔ درندوں کے قتل میں اقدام ہی عقل اور دانائی ہے اور فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم (یعنی جہاں پاؤ مشرکین کو قتل کرو) اور اینما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلا۔ (الاحزاب ۸ ع۔ آیت ۶۱) جہاں ملیں گے پکڑ دھکڑ اور مار دھاڑ کی جائے گی۔ اسی قسم کے کافر مراد ہیں ـــــــ حق جل شانہ کے اس ارشاد سراپا رشاد وقاتلوھم حتی لاتکون فتنة ویکون الدین کلہ للہ (الانفال ع ۵ آیت ۳۹) اور تم ان (کفار عرب) سے اس حد تک لڑو کہ ان میں فساد عقیدہ (یعنی شرک) نہ رہے اور دین (خالص) اللہ ہی کا ہو جاوے (حضرت تھانویؒ) میں اسی قسم کا جہاد مراد ہے۔ یعنی اے مسلمانو تم کافروں سے یہاں تک جہاد و قتال کرو کہ کفر کا فتنہ باقی نہ رہے اور اللہ کے دین کو پورا غلبہ حاصل ہو جائے۔ اس آیت میں فتنہ سے کفر کی قوت اور شوکت کا فتنہ مراد ہے۔ (سیرت المصطفیٰ ص ۲۳)

قول فیصل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے قافلۂ قریش پر حملہ کرنے کے لیے نکلے تھے۔ یہ جمہور کا موقف ہے اور علامہ شبلی نعمانی اور ابو الاعلیٰ مودودی کا اس کے خلاف یہ موقف ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے ہی لشکر قریش کے

مقابلہ کے لیے نکلے تھے۔ علامہ شبلی نے اپنے مؤقف کی تائید میں جو دلائل دیے ہیں ان کا جواب ہم عرض کر چکے ہیں۔ یہاں بعض اہم نکات حسبِ ذیل ہیں:

① اگر مدینہ منورہ میں ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قافلہ قریش اور لشکر قریش دونوں کا علم ہو گیا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر قریش کے مقابلہ کا فیصلہ فرمایا تو کیا وجہ ہے کہ تاریخ و سیرت اور حدیث و تفسیر کے ذخیرہ میں اس کی کوئی صراحت نہیں ملتی کہ مذکورہ دونوں صورتوں میں سے آپؐ نے دوسری صورت اختیار فرمائی تھی۔

② اگر لشکر قریش کے مقابلہ کا فیصلہ فرمادیا تھا تو کیا وجہ ہے کہ اس جہاد کے لیے صرف تین سو تیرہ اصحاب آپؐ کی معیت میں نکلے جن میں ساٹھ مہاجر اور باقی انصار تھے۔ کیا مہاجرین صحابہ میں سے صرف ساٹھ اصحاب قریش کی عظیم طاقت سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہوئے۔ حالانکہ قبل ازیں ۱۰۰ مہاجرین صحابہؓ صرف قریش کے قافلہ کے لیے نکل چکے تھے اور کیا انصاری صحابہ کی تعداد مدینہ منورہ میں صرف اڑھائی سو تھی جو باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے لشکر قریش کے مقابلے میں نکلے تھے۔ حالانکہ اور بھی ایسے نوجوان صحابہ مدینہ منورہ میں موجود تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر جانیں قربان کر سکتے تھے۔ چنانچہ خود مولانا شبلی مرحوم نے جنگ احد کے سلسلے میں لکھا ہے کہ: "صبح کو آپ نے صحابہؓ سے مشورہ کیا۔ مہاجرین نے عموماً اور انصار میں سے اکابر نے رائے دی کہ عورتیں باہر قلعے میں بھیج دی جائیں اور شہر میں پناہ گیر ہو کر مقابلہ کیا جائے۔ عبداللہ بن ابی سلول جو اب تک کبھی شریکِ مشورہ نہیں کیا گیا تھا اس نے بھی یہی رائے دی لیکن ان نوخیز صحابہؓ نے جو جنگِ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے اس بات پر اصرار کیا کہ شہر سے نکل کر حملہ کیا جائے" (سیرت النبی حصہ اول صـ۳۰۲ طبع پنجم مطبع اعظم گڑھ ہندوستان) سوال یہ ہے کہ معرکہ بدر کے موقع پر لشکر قریش سے جنگ کرنے کے لیے یہ نوخیز پرجوش صحابہ کہاں چلے گئے تھے؟

③ غزوہ تبوک میں جو تین صحابہؓ (حضرت کعبؓ بن مالک، حضرت ہلالؓ بن امیہ اور حضرت مرارہؓ بن ربیع) بوجہ سستی اور غفلت کے لشکرِ اسلام کے ساتھ نہ جا سکے ان سے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکمل بائیکاٹ کرنے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ سورہ توبہ آیت ۱۱۸ رکوع ۱۴ میں انہی کا ذکر آیا ہے۔ وعلی الثلاثۃ الذین خلفوا حتی اذا ضاقت علیھم الارض بما رحبت وضاقت علیھم انفسھم وظنوا ان

لا ملجأ من اللہ الا الیہ (اور ان تین شخصوں کے حال پر بھی (توجہ فرمائی) جن کا معاملہ ملتوی چھوڑ دیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ (جب ان کی پریشانی کی یہ نوبت پہنچی کہ) زمین باوجود اپنی فراخی کے ان پر تنگ ہونے لگی اور وہ خود اپنی جان سے تنگ آگئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ خدا (کی گرفت) سے کہیں پناہ نہیں مل سکتی بجز اس کے کہ اسی طرف رجوع کیا جاوے (اس وقت وہ خاص توجہ کے قابل ہوئے) (ترجمہ حضرت تھانویؒ) غزوہ تبوک میں پیچھے رہ جانے والے مخلصین پر جو اس قدر عتاب نازل ہوا حالانکہ تیس ہزار صحابہؓ کی جمعیت سفر تبوک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی لیکن جو صحابہؓ ۲ھ کے اس سفر میں پیچھے مدینہ منورہ میں رہ گئے تھے اور صرف تین سو تیرہ اصحاب ساتھ گئے اور مقابلہ قریش کے طاقتور لشکر سے تھا تو ان پر کسی قسم کا عتاب نہیں ہوا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے صرف قافلۂ قریش کے ارادہ سے نکلے تھے اور اس کے لیے آپ نے خاص تاکید نہیں فرمائی تھی۔ اگر یہ لشکر قریش کے خلاف مہم ہوتی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو تاکید فرماتے اور جنگی قوت اکٹھا کرنے کی کوشش فرماتے پھر مہاجرین وانصار صحابہؓ کی ایک خاصی تعداد اپنے جنگی وسائل کے ساتھ قریش مکہ کے مقابلہ کے لیے نکلتی۔ چونکہ قافلۂ قریش پر حملہ کرنا مقصود تھا اور ان کی جنگی قوت اس قدر نہ تھی کہ ان کے مقابلہ کے لیے زیادہ اہتمام کیا جاتا اس لیے جلدی میں جو صحابہؓ تیار ہوگئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ساتھ لے کر روانہ ہوگئے۔ بعض صحابہ کرامؓ نے مہلت مانگی کہ ان کے جانور اونٹ وغیرہ مدینہ منورہ سے باہر چراگاہ میں تھے اور چراگاہ آدھ میل تک پھیلی ہوئی تھی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہلت نہ دی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوگیا تھا کہ ابوسفیان کا قافلہ شام سے واپس روانہ ہوچکا ہے۔ اگر مزید مہلت دی جاتی تو اندیشہ تھا کہ قافلہ زد سے نکل جائے اور قبل ازیں قافلہ کا حال دریافت کرنے کے لیے شام کی طرف اور بدر کی طرف بھی بعض صحابہؓ کو بھیج دیا تھا اور بدر وہ مقام ہے جہاں سے مکہ معظمہ کو بھی راستہ جاتا تھا اور مدینہ منورہ کو بھی۔ حضرت بسبسؓ بن عمرو جہنی کو بدر کی جانب اس راستہ پر بھیجا گیا جو مدینہ منورہ سے مکہ شریف کو جاتا تھا۔ ان کا قبیلہ جہینہ بھی اسی طرف آباد تھا اور حضرت طلحہ اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہما کو شام کی جانب روانہ فرمایا تھا۔ یہ دونوں صحابی شام کی طرف گئے اور جب وہاں پر قافلہ کے متعلق کچھ پتہ نہ چلا تو اس راستہ کی طرف چلے گئے جو ساحلِ سمندر سے گزرتا تھا۔ یہ دونوں صحابی دس دن تک

مقام حوراء میں مقیم رہے جو سے قریباً پچاس میل کے فاصلہ پر تھا۔ یہ واپس مدینہ تشریف نہ لائے لیکن بدر کے راستہ پر حضرت بسبسؓ کو بھیجا تھا وہ واپس مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ ان کی اطلاع کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قافلہ کو روکنے کے لیے جلدی چلنے کا ارادہ فرمایا تھا۔ آپ کا اندازہ تھا کہ قافلہ مدینہ کے قریب سے ہو کر بدر کی طرف روانہ ہونے والا ہوگا۔ اس لیے آپ نے بدر کی طرف رُخ کیا لیکن ابو سفیان کو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادے کا علم ہُوا تو انہوں نے راستہ بدل لیا اور ساحل سمندر کے راستہ سے بچ کر نکل گئے۔ چنانچہ مقام صفراء پر پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ قافلہ آپ کی زد سے بچ کر نکل گیا ہے اور قافلہ کو بچانے کے لیے مکہ سے جو قریش کا لشکر روانہ ہُوا تھا اب مقابلہ اس کے ساتھ ہوگا اور یہاں ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے لشکرِ قریش کے مقابلہ کے لیے مشاورت فرمائی اور مہاجرین وانصار نے پُرجوش تقریریں کیں۔

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو راستہ میں قریش کی آمد کی خبر ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے قبل ازیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمادیا تھا کہ قافلہ قریش یا لشکرِ قریش میں سے کسی ایک سے مقابلہ پیش آئے گا چونکہ تعین نہیں تھا اس لیے صحابہ کرام نے تجویز یہ پیش کی کہ بجائے لشکر کے قافلہ پر حملہ کیا جائے چنانچہ قرآن مجید میں فرمایا

واذ یعدکم اللہ احدی الطائفتین انھا لکم وتودون ان غیر ذات الشوکۃ تکون لکم ویرید اللہ ان یحق الحق بکلمتہ ویقطع دابر الکافرین ۵ (الانفال رکوع ۱ آیت ۷)	اور تم لوگ اس وقت کو یاد کرو جبکہ اللہ تعالیٰ تم سے ان دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ کرتے تھے کہ وہ تمہارے ہاتھ آجاوے گی اور تم اس تمنا میں تھے کہ غیر مسلح جماعت (یعنی قافلہ) تمہارے ہاتھ آجاوے اور اللہ

تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ اپنے احکام سے حق کا حق ہونا (عملاً) ثابت کردے اور ان کافروں کی بنیاد (اور قوت) کو قطع کردے۔" (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

"مسلمان چاہتے تھے کہ تجارتی قافلہ پر حملہ ہو کر کانٹا نہ چبھے اور بہت سا مال ہاتھ آجائے، لیکن خدا کی مرضی یہ تھی کہ اس چھوٹی سی بے سرو سامان جماعت کو کثیر التعداد اور سرتاپا غرق شوکت

لشکر سے بھڑا کر اپنی باتوں سے سچ کا سچ کر دکھائے اور کفارِ مکہ کی جڑ کاٹ ڈالے۔ چنانچہ یہ ہی ہوا۔ بدر میں قریش کے ستر سردار مارے گئے جن میں ابوجہل بھی تھا اور ستر ہی قید ہوئے۔ اس طرح کفر کی کمر ٹوٹ گئی اور مشرکینِ مکہ کی بنیادیں ہل گئیں۔"

یہاں قابلِ غور بات یہ ہے کہ اگر بقول مولانا شبلی مدینہ منورہ سے ہی لشکرِ قریش کے مقابلے میں نکلے تھے تو پھر اللہ تعالیٰ نے یہ کیوں فرمایا کہ تم ان دونوں میں سے کم شوکت والے یعنی قافلۂ قریش پر حملہ کرنا چاہتے تھے جس سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قافلہ پر حملہ کرنے کے لیے صحابہ کو ساتھ لے کر نکلے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے ارادہ کے تحت لشکرِ قریش کے مقابلہ میں صحابہ کو لاکر کھڑا کر دیا اور حکمت خداوندی کے تحت قافلہ دوسرا راستہ اختیار کر کے بسلامت نکل گیا۔

(۵) اگر لشکرِ قریش کا مقابلہ شروع ہی سے مقصود تھا تو پھر آپ نے بدر تک جانے کے لیے اسی میل کا فاصلہ کیوں طے فرمایا۔ حالانکہ جنگی تدبیر تو یہ اختیار کی جا سکتی تھی کہ مدینہ منورہ میں ہی ٹھہر کر لشکرِ قریش کا دفاع کیا جائے یا مدینہ منورہ سے باہر نکل کر کچھ فاصلہ پر لشکر کا مقابلہ کیا جائے جیسا کہ غزوۂ احد کے لیے پہلے مشاورت فرمائی اور پھر مدینہ سے باہر دو تین میل کے فاصلے پر قریش سے جنگ ہوئی لیکن یہ امر جنگی تدبیر سے بالاتر ہے کہ دشمن کی ایک بڑی طاقت کے مقابلہ میں ایک کمزور جماعت کو اپنے شہر سے نکال کر اسی میل دور بدر کے مقام پر لڑایا جائے اور کفار کے مقابلہ میں ظاہری طور پر مسلمانوں کی جنگی کمزوری کا اعلان تو کھلم کھلا قرآن حکیم میں موجود ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ (آل عمران رکوع ۱۲ آیت ۱۲۳) اور تمہاری مدد کر چکا ہے اللہ بدر کی لڑائی میں اور تم کمزور تھے۔ (ترجمہ: حضرت شیخ الہندؒ)

اور یہ بات محقق ہے کہ حق تعالیٰ نے تم کو بدر میں منصور فرمایا حالانکہ تم بے سروسامان تھے۔
(ترجمہ: حضرت تھانویؒ)

بہر حال ان حالات میں یہ جنگی تدبیر تو فہم سے بالاتر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے لشکرِ قریش کے مقابلہ کے لیے نکلیں اور اسی میل دور دراز کا دشوار گزار فاصلہ طے کر کے بدر کے مقام پر قریش سے برسرِ پیکار ہوں۔ اس کے برعکس یہ بات قابلِ فہم ہے اور جنگی تدبیر کے مناسب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے قافلہ پر حملہ کرنے کے لیے نکلے اور خیال تھا کہ بدر کے راستے پر

قافلہ کو روک لیا جائے گا لیکن دوسرا راستہ اختیار کرنے کی وجہ سے قافلہ مجاہدین کی زد سے نکل گیا اور حکمتِ خداوندی کے تحت مقابلہ لشکرِ قریش سے ہُوا جس کے نتیجہ میں اللہ کی قدرت سے کفار کی جڑ ہی کٹ گئی۔ قرآن حکیم میں فرمایا۔

اذ انتم بالعدوۃ الدنیا وھم بالعدوۃ القصوی والرکب اسفل منکم ولو تواعدتم لاختلفتم فی المیعاد ولکن لیقضی اللہ امرًا کان مفعولاً

(الانفال ع ۵ آیت ۴۲)

اور یہ وہ وقت تھا کہ جب تم اس میدان میں ادھر والے کنارے پر تھے اور وہ قافلہ (قریش کا) تم سے نیچے کی طرف کو (بچا ہُوا تھا) اور اگر تم اور وہ کوئی بات ٹھہراتے تو ضرور اس سے تم میں اختلاف ہوتا لیکن تاکہ جو بات اللہ کو کرنا منظور تھا اس کی تکمیل کر دے" (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں؛

اِدھر والے سے مُراد مدینہ سے نزدیک کا موقع اور اُدھر والے سے مُراد مدینہ سے دُور کا موقع۔ (بیان القرآن)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں؛ "ورلے کنارے سے مُراد میدانِ جنگ کی وہ جانب ہے جو مدینہ طیبہ سے قریب تھی۔ اسی طرح "پرلا کنارہ" وہ ہوگا جو مدینہ سے بعید ہوگا اور ابوسفیان کا تجارتی قافلہ نیچے کی طرف ہٹ کر سمندر کے کنارے کنارے جا رہا تھا۔ قافلہ اور مسلمانوں کے درمیان قریش کی فوج حائل ہو چکی تھی"۔ نیز فرماتے ہیں۔ یعنی قریش اپنے قافلہ کی مدد کو آئے تھے اور تم قافلہ پر حملہ کرنے کو۔ قافلہ بچ گیا اور دونوں فوجیں ایک میدان کے دو کناروں پر آ پڑیں۔ ایک کو دوسرے کی خبر نہیں یہ تدبیر اللہ کی تھی۔ اگر تم قصداً آ جاتے تو ایسا بروقت نہ پہنچتے۔"

(۶) اگر مدینہ منورہ سے ہی حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم لشکرِ قریش کے مقابلے کے لیے نکلے تھے اور قافلۂ قریش پر حملہ کرنا مقصود ہی نہ تھا تو پھر مذکورہ آیت میں والرکب اسفل منکم سے اللہ تعالےٰ نے قافلے کا ذکر کیوں فرمایا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو قافلہ پر حملہ کرنے کے لیے ہی نکلے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات پیدا کر دیے کہ قافلہ بسلامت سمندر کے کنارے گزر گیا اور لشکرِ اسلام اور لشکرِ قریش کا باہمی تصادم کرا دیا گیا۔ غرضیکہ آیت

وتودون ان ذات الشوکۃ تکون لکم اور آیت اذ انتم بالعدوۃ الدنیا سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مدینہ منورہ سے تو قافلہ کے ارادے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نکلے تھے لیکن وہ اتنی دور مسافت طے کرنے کے باوجود ہاتھ نہ آسکا اور جنگ لشکرِ قریش سے ہوئی۔

(۷) علاوہ ازیں دوسری روایات بھی اس کی تائید کرتی ہیں۔ چنانچہ علامہ شبلی نے خود یہ روایت پیش کی ہے:

وراث علیھم روایا قریش وفیھم غلام اسود لبنی الحجاج فخذوہ فکان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسئلونہ عن ابی سفیان واصحابہ فیقول مالی علم بابی سفیان ولکن ھذا ابوجھل وعتبۃ وشیبۃ وامیۃ بن خلف فاذا قال ذالک ضربوہ فقال نعم انا اخبرکم ھذا ابوسفیان۔ فاذا ترکوہ فسألوا فقال مالی بابی سفیان علم ولکن ھذا ابوجھل وعتبۃ وشیبۃ وامیۃ بن خلف فی الناس فاذا قال ھذا ایضا ضربوہ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قائم یصلی. ولما رای ذلک قال والذی نفسی بیدہ تضربوہ اذا صدقکم وتترکوہ اذا کذبکم۔ (صحیح مسلم باب غزوۂ بدر)

اور پہلے قریش کا ہراول آکر اترا اس میں بنی حجاج کا ایک حبشی غلام تھا۔ مسلمانوں نے اس کو گرفتار کرلیا اور اس سے ابوسفیان کا حال پوچھنے لگے۔ وہ کہتا تھا مجھے ابوسفیان کی خبر نہیں لیکن یہ ابوجہل، عتبہ، شیبہ۔ امیہ بن خلف آرہے ہیں۔ جب وہ یہ کہتا تو لوگ اس کو مارتے۔ وہ کہتا اچھا ابوسفیان کو بتاتا ہوں تب اس کو چھوڑ دیتے تو پھر پوچھتے تو وہ کہتا کہ مجھ کو ابوسفیان کی خبر نہیں لیکن ابوجہل، عتبہ، شیبہ۔ امیہ بن خلف روسائے قریش آرہے ہیں لیکن جب وہ یہ کہتا تب بھی اس کو مارتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مشغول تھے۔ آپ نے یہ دیکھ کر فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جب وہ سچ کہتا ہے تو تم اس کو مارتے ہو اور جب جھوٹ بولتا ہے تو اس کو چھوڑ دیتے ہو۔ (سیرت النبی حصہ پنجم ص ۳۵۱ - ۳۵۲)

علامہ شبلی کی منقولہ حدیث بھی جمہور کے مؤقف کی تائید کرتی ہے کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بدر کے قریب پہنچ کر بھی قافلہ ابوسفیان کے متعلق تحقیق کررہے تھے کہ وہ کہاں ہے اور ابھی تک ان کو معلوم نہ تھا کہ لشکرِ قریش اور اس کے سردار قریب پہنچ چکے ہیں۔ اگر مدینہ منورہ سے ہی ارادہ لشکر قریش کا ہوتا اور قافلہ کو بالکل نظر انداز کردیا جاتا تو پھر حبشی غلام کے ذریعہ قافلہ کا حال معلوم کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس سے تو یہی پوچھا جاتا کہ قریش کا لشکر کہاں ہے بہرحال قرآن حکیم کے اشارات، احادیث نبویہ اور کتب سیرت و تاریخ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضور رحمۃ للعالمین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوسفیان رضؓ (جو بعد میں فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے) کے قافلہ پر حملہ کرنے کے ارادے سے ہی مدینہ منورہ سے نکلے تھے۔ یہی موقف صحیح ہے اور علامہ شبلی نعمانی ہوں یا ابوالاعلیٰ مودودی ان کا مؤقف غلط ہے۔

اصحابِ بدر اور مودودی تنقید

۱ سورۃ الانفال کی آیت یجادلونك فی الحق بعد ماتبین کانما یساقون الی الموت وھم ینظرون ۔ کا ترجمہ جو مودودی صاحب نے لکھا ہے حسبِ ذیل ہے:

"وہ اس حق کے معاملے میں تجھ سے جھگڑ رہے تھے درآنحالیکہ وہ صاف صاف نمایاں ہو چکا تھا۔ ان کا حال یہ تھا کہ گویا وہ آنکھوں دیکھے موت کی طرف ہانکے جارہے ہیں۔"

اور اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"قرآن کا یہ ارشاد ضمناً ان روایات کی بھی تردید کررہا ہے جو جنگ بدر کے سلسلہ میں عموماً کتب سیرت و مغازی میں نقل کی جاتی ہیں یعنی یہ کہ ابتداءً نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین قافلے کو لوٹنے کے لیے مدینہ سے روانہ ہوئے تھے الخ

(تفسیر تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۳۱ طبع نہم مئی ۱۹۷۵ء)

تبصرہ مولانا شبلی نعمانی کے موقف کے جواب میں ہم اپنی معروضات پہلے پیش کر چکے ہیں قارئین ان پر نظر ثانی کرلیں۔ یہاں مودودی صاحب نے صرف کتب سیرت و مغازی کے حوالہ سے جمہور کا موقف پیش کیا ہے حالانکہ ان کا موقف کتب احادیث اور تفاسیر سے بھی نیز بلکہ قرآن کے اشارات سے بھی ثابت ہے۔ مودودی صاحب نے یجادلونك فی الحق بعد ماتبین کا مطلب

یہ بیان کیا ہے کہ: حالانکہ حق کا مطالبہ اس وقت یہی تھا کہ خطرے کے منہ میں چلے جائیں۔" (ایضاً تفسیر ۲)
لیکن اس کا مطلب حافظ ابن کثیر نے یہ بیان کیا ہے کہ: بعد ما تبین لهم انك لا تفعل الا ما
امرك الله بما. یعنی اس بات کے واضح ہونے کے بعد کہ آپ وہی کام کرتے ہیں جس کا اللہ تعالیٰ
آپ کو حکم دیتا ہے۔"

(۴) سورۃ الانفال کے تاریخی پس منظر کے تحت ابوالاعلیٰ مودودی صاحب لکھتے ہیں:

"ان تقریروں کے بعد فیصلہ ہو گیا کہ قافلہ کے بجائے لشکرِ قریش ہی کے مقابلہ پر چلنا چاہیے۔
لیکن یہ فیصلہ کوئی معمولی فیصلہ نہ تھا۔ جو لوگ اس تنگ وقت میں لڑائی کے لیے اٹھے تھے ان کی
تعداد تین سو سے کچھ زائد تھی (۸۶ مہاجر، ۶۱ قبیلہ اوس کے اور ۱۷۰ قبیلہ خزرج کے) جس
میں صرف دو تین کے پاس گھوڑے تھے اور باقی آدمیوں کے لیے ۱۷۰ اونٹوں سے زیادہ
نہ تھے جن پر تین تین چار چار اشخاص باری باری سے سوار ہوتے تھے۔ سامانِ جنگ بھی بالکل
ناکافی تھا۔ صرف ۶۰ آدمیوں کے پاس زرہیں تھیں۔ اس لیے چند سر فروش فدائیوں کے سوا اکثر
آدمی جو اس خطرناک مہم میں شریک تھے دلوں میں سہم رہے تھے اور انہیں ایسا محسوس ہوتا تھا
کہ جانتے بوجھتے موت کے منہ میں جا رہے ہیں۔ مصلحت پرست لوگ جو اگرچہ دائرۂ اسلام میں
داخل ہو چکے تھے مگر ایسے ایمان کے قائل نہ تھے جس میں جان و مال کا زیاں ہو اس مہم کو دیوانگی
سے تعبیر کر رہے تھے اور ان کا خیال تھا کہ دینی جذبے نے ان کو پاگل بنا دیا ہے۔ مگر نبیؐ اور مومنین
صادق یہ سمجھ چکے تھے کہ یہ وقت جان کی بازی لگانے ہی کا ہے اس لیے اللہ کے بھروسے پر
وہ نکل کھڑے ہوئے اور انہوں نے سیدھی جنوب مغرب کی راہ لی جدھر سے قریش کا لشکر آ رہا تھا،
حالانکہ اگر ابتدا میں قافلے کو لوٹنا مقصود ہوتا تو شمال مغرب کی راہ لی جاتی۔

(ایضاً تفہیم القرآن جلد ۲ ص ۱۲۵-۱۲۶)

تبصرہ قارئین کرام! مودودی صاحب کی مندرجہ تحریر کو بغور اور بار بار پڑھیں اور خصوصاً
اس عبارت کو ملحوظ رکھیں کہ: مصلحت پرست لوگ جو اگرچہ دائرہ اسلام میں
داخل ہو چکے تھے مگر ایسے ایمان کے قائل نہ تھے جس میں جان و مال کا زیاں ہو الخ ہمارا سوال
ہے کہ اگر اس وقت کے مصلحت پرست لوگ مہاجرین صحابہ میں تھے تو یہ ان پر مودودی صاحب

کا عظیم بہتان ہے کیونکہ مہاجرین صحابہ تو وہ تھے جو سب کچھ اپنے وطن میں چھوڑ آئے تھے۔ ان کو نہ اپنے مال کی پرواہ تھی نہ خویش و اقارب کی۔ وہ تو مال و جان سب کچھ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و اطاعت میں قربان کر چکے تھے اور اگر مصلحت پرست لوگوں سے مراد مودودی صاحب کے نزدیک انصار صحابہ ہیں تو یہ بھی بڑا جھوٹ ہے کیونکہ انصار نے اپنے مہاجرین بھائیوں کے لیے اپنے مکان اور جائیدادیں پیش کر دی تھیں اور یہود مدینہ اور منافقین کے علی الرغم وہ صرف اللہ کے ہو گئے تھے۔ مہاجرین اور انصار کا لقب خود اللہ تعالیٰ نے ان صحابہ کو دیا ہے۔ مہاجرین سے مراد وہ صحابہ ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سب کچھ چھوڑ دیا اور انصار کا معنیٰ اللہ کے دین کے مددگار۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں فرمایا۔ والذین تبوؤ الدار والایمان من قبلھم یحبون من ھاجر الیھم ولا یجدون فی صدورھم حاجۃ مما اوتوا ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ ط (سورۃ الحشر آیت ۹) اور نیز ان لوگوں کا (بھی حق) ہے جو دارالاسلام یعنی (مدینہ) میں ان مہاجرین کے (آنے کے) قبل سے قرار پکڑے ہوئے ہیں جو ان کے پاس ہجرت کر کے آتا ہے۔ اس سے یہ لوگ محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ ملتا ہے اس سے یہ (انصار) اپنے دلوں میں کوئی رشک نہیں پاتے اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو۔" (ترجمہ حضرت تھانویؒ) علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ انصار کے حق میں ان آیات کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ اس گھر سے مراد ہے مدینہ طیبہ۔ یہ لوگ انصار مدینہ ہیں جو مہاجرین کی آمد سے پہلے مدینہ میں سکونت پذیر تھے اور ایمان و عرفان کی راہوں پر بہت مضبوطی کے ساتھ مقیم ہو چکے تھے یعنی (وہ) محبت کے ساتھ مہاجرین کی خدمت کرتے ہیں حتیٰ کہ اپنے اموال وغیرہ میں ان کو برابر کا شریک بنانے کے لیے تیار ہیں۔ (یعنی) مہاجرین کو اللہ تعالیٰ نے جو فضل و شرف عطا فرمائے یا اموال فے وغیرہ میں سے حضور جو کچھ عنایت کریں اسے دیکھ کر انصار دل تنگ نہیں ہوتے نہ حسد کرتے ہیں بلکہ خوش ہوتے ہیں اور ہر اچھی چیز میں ان کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں۔ خود سختیاں اور فاقے اٹھا کر بھی ان کو بھلائی پہنچا سکیں تو دریغ نہیں کرتے۔ ایسا بے مثال ایثار آج تک دنیا کی کسی قوم نے کسی قوم کے لیے نہیں دکھلایا۔ ذکر انصار سے پہلے جو آیات ہیں وہ مہاجرین کے حق میں نازل ہوئی ہیں بخوفِ طوالت ان کو یہاں ہم نے پیش نہیں کیا۔ بہرحال مہاجرین ہوں یا

انصار اللہ تعالیٰ نے ان کی جو صفات بیان فرمائی ہیں ان کو ملحوظ رکھتے ہوئے مودودی صاحب کی اس عبارت کو پیشِ نظر رکھیں کہ: مصلحت پرست لوگ جو اگرچہ دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے مگر ایسے ایمان کے قائل نہ تھے جس میں جان و مال کا زیاں ہو" کیا قرآنی آیات کی روشنی میں مہاجرین اور انصار صحابہ کو کوئی اہلِ فہم و دیانت شخص اس قسم کے مصلحت پرست لوگ قرار دے سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اگر وہ مال و جان کو بچانے والے ہوتے تو ان حالات میں اسلام کو قبول ہی کیوں کرتے؟

(۲) قافلہ قریش ہو یا لشکر قریش، اتنی جلدی اور بے سروسامانی میں نکلنے پر تو انہوں نے اختلاف رائے کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی ایمانی بلندی کے پیشِ نظر تنبیہ فرمائی، لیکن کیا مدینہ منورہ سے نکلنے کا فیصلہ کرنے کے بعد کسی صحابی نے پس و پیش کی اور یہ کہا کہ ہم نہیں جاتے یا راستے میں آگے جا کے واپس آنے کی کوشش کی یا میدانِ بدر میں کفارِ مکہ سے مقابلہ کرنے کے وقت انہوں نے کوئی معذرت کی اور جان بچانے کی کوشش کی۔ تو پھر کس بنا پر مودودی صاحب ان کو مصلحت پرست قرار دے رہے ہیں اور وہ کس آیتِ قرآنی سے یہ ثابت کر رہے ہیں کہ وہ: "اس مہم کو دیوانگی سے تعبیر کر رہے تھے اور ان کا خیال تھا کہ دینی جذبے نے ان کو پاگل بنا دیا ہے"! نہ یہ بات قرآن میں ہے نہ حدیث میں، یہ فقط مودودی صاحب کے اوہام و وساوس ہیں جس کا مصداق وہ اصحابِ بدر کو قرار دے رہے ہیں۔

اور پھر یہ لکھا کہ: "مگر نبی اور مومنین صادقین یہ سمجھ چکے تھے کہ یہ وقت جان کی بازی لگانے کا ہی ہے۔" ایسے مومنین صادقین کتنے تھے؟ یہ تو شیعوں کا موقف ہے کہ اصحابِ بدر میں سے بھی چند گنتی کے صحابہ کے سوا وہ سب کو مصلحت پرست اور غیر مخلص قرار دیتے ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص مودودی جماعت کے لیے یہی الفاظ استعمال کرے کہ: مصلحت پرست لوگ الخ تو کیا مودودی جماعت کے زعماء اس تنقید کو قبول کر لیں گے؟ ہرگز نہیں بلکہ وہ تو پیچھے جھاڑ کر اس کے پیچھے پڑ جائیں گے اور ایسے شخص کو تحریک اسلامی بلکہ اسلام کا دشمن قرار دینے میں بھی کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کریں گے۔

اصحابِ بدر کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لعل اللہ اطلع الی اھل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد وجبت لکم الجنۃ۔ (باب فضل من شہد بدراً) تحقیق اللہ تعالیٰ نے اہلِ بدر کی طرف نظر فرمائی اور یہ فرمایا کہ جو چاہے کرو جنت تمہارے لیے واجب

ہو چکی ہے۔" اس حدیث کی تشریح پہلے گذر چکی ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب بدر کے قلوب پر نگاہ ڈالی تو ان میں تقویٰ و اخلاص کا نور پایا اور ان کو جنت کی بشارت دے دی لیکن اس کے برعکس مودودی صاحب نے اصحاب بدر کے قلوب میں جھانک کر دیکھا تو سوائے چند مخلصین صحابہ کے باقی سب مہاجرین و انصار کو اس حال میں دیکھا کہ "وہ مصلحت پرست تھے اور ایسے ایمان کے قائل نہ تھے جس میں جان و مال کا زیاں ہو الخ۔ اب قارئین خود فیصلہ فرمالیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو اصحاب بدر کے متعلق فرمایا وہ حق ہے یا جو مودودی صاحب اپنی کسوٹی پر پرکھ کر ان کو مطعون کر رہے ہیں۔

مودودی صاحب کا اپنا مقام: ابوالاعلیٰ مودودی صاحب اپنے بارے میں فرماتے ہیں: ۱ خدا کے فضل سے میں کوئی کام یا کوئی بات جذبات سے مغلوب ہو کر نہیں کیا اور کہا کرتا۔ ایک ایک لفظ جو میں نے اپنی تقریر میں کہا ہے تول تول کر کہا ہے کہ اس کا حساب مجھے خدا کو دینا ہے نہ کہ بندوں کو۔ چنانچہ میں اپنی جگہ بالکل مطمئن ہوں کہ میں نے کوئی ایک لفظ بھی خلافِ حق نہیں کہا۔" (رسائل و مسائل حصہ اول صفحہ ۳۰۶ طبع دوم) ۲۔ مودودی صاحب نے اپنی جماعتی کل پاکستان چار روزہ کانفرنس لاہور (۲۵ تا ۲۸ اکتوبر ۱۹۶۳ء) میں اپنے متعلق تقریر میں یہ دعویٰ کیا تھا کہ: میری تحریریں صرف اس ملک میں نہیں دنیا کے ایک اچھے خاصے حصے میں پھیلی ہوئی ہیں اور میرے رب کی مجھ پر یہ عنایت ہے کہ اس نے میرے دامن کو داغوں سے محفوظ رکھا ہے۔ (روزنامہ مشرق لاہور ۲۶ اکتوبر ۶۳ء) اور ان کی یہ تقریر جماعت کی طرف سے پمفلٹ کی شکل میں بھی شائع ہو چکی ہے۔ بہرحال منقولہ دونوں عبارتوں سے ہی قارئین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ابوالاعلیٰ صاحب اپنے آپ کو کیا سمجھتے تھے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ ہم اگر مودودی صاحب یا ان کی جماعت اسلامی پر تنقید کریں تو اس کو وہ (مذموم) فرقہ واریت قرار دیتے ہیں لیکن اگر وہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض یافتہ صحابہ کرام اور خصوصاً اصحاب بدر پر جارحانہ تنقید کریں تو وہ منکرِ اسلام اور محققِ دوراں قرار پائیں ؎

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام — وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ

۲۶ شوال ۱۴۱۰ھ / ۲۲ مئی ۱۹۹۰ء

حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مانعینِ زکوٰۃ

قسط دوم

حافظ محمد اقبال رنگونی ، مانچسٹر

ایک شبہ کا ازالہ

شبہ یہ ہے کہ احادیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

امرت ان اقاتل الناس حتی یشھدوا ان لا الہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ ویقیموا الصلوٰۃ ویوتوا الزکوٰۃ فاذا فعلوا ذلک عصموا منی دماءھم واموالھم الا بحق الاسلام وحسابھم علی اللہ۔ (بخاری شریف)

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے (یعنی کافروں سے) اس وقت تک لڑوں جب تک یہ گواہی نہ دیں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا خدا نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور نماز ادا کریں اور زکوٰۃ دیں۔ جب وہ یہ کرنے لگیں تو انہوں نے اپنے جانوں اور مالوں کو مجھ سے بچا لیا مگر اسلام کے حق سے اور ان (کی دلوں کی باتوں) کا حساب اللہ پر ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص بھی ان باتوں سے انحراف کرے اس سے قتال جائز ہے سیّدنا صدیق اکبر رضہ سے جب یہ کہا گیا تھا کہ یہ لوگ تو کلمہ گو ہیں آپ ان سے قتال نہ کریں، اس کے جواب میں سیّدنا صدیق اکبر رضہ نے اس حدیث کو پیش کرنے کی بجائے واللہ لاقاتلن (الحدیث) کیوں فرمایا۔ آپ نے قیاس سے کیوں کام لیا کہ نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرنے والے سے میں قتال کروں گا! اگر مذکورہ حدیث پیش فرما دیتے تو بات بہت حد تک واضح ہو جاتی اور اجتہاد کی ضرورت نہ پڑتی ؟

الجواب : سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دارِ فانی سے رحلت فرمانے پر حضرات صحابہ کرام رضہ

خصوصاً خلفائے راشدین بالخصوص صدیق اکبرؓ کی جو حالت تھی وہ کسی سے مخفی نہیں۔ ان حالات میں اور دوسرے امورِ خلافت میں رہ کر ممکن ہے کہ صدیق اکبرؓ کو یہ حدیث مستحضر نہ رہی ہو جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر صحابہ کرامؓ اور سیدنا حضرت عمرؓ کے سامنے آیت کریمہ "وما محمد الا رسول" الآیۃ غم کی شدت کی بنا پر مستحضر نہ رہی۔ سیدنا حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ واللہ لکأن الناس لم یعلموا ان اللہ عزوجل انزل ھذہ الآیۃ حتی تلاھا ابوبکر الخ (حلیۃ الاولیاء جلد ۱ ص۲۹) اس طرح ممکن ہے کہ یہ حدیث مستحضر نہ رہی ہو اور ایسا ہونا کوئی بعید بھی نہیں۔ شیخ الاسلام علامہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں کہ

وفی القصۃ دلیل علی السنۃ قد تخفی علی بعض اکابر الصحابۃ ویطلع علیھا احادھم (فتح الباری ج ۱ ص۱۳۹ عمدۃ القاری ج ۱ ص۱۸۳)	اور اس قصہ میں دلیل ہے اس بات پر کہ بعض اوقات اکابر صحابہؓ پر کوئی سنت مخفی رہ جاتی ہے اور ان سنت پر ان میں سے کوئی باخبر ہوتا ہے۔

(۲) ایک جواب یہ بھی ہے کہ سیدنا صدیق اکبرؓ کو یہ حدیث مستحضر تھی اور آپ نے سنائی مگر راوی نے اس جگہ اختصار سے کام لیا ہے۔ امام بیہقیؒ نے اسی کو اختیار کیا اور امام نسائیؒ نے اپنی سنن میں (ج ۲ ص۱۶۰) درج فرمائی ہے۔ جس سے معلوم ہوجاتا ہے کہ آپؓ نے حدیث پاک کو استدلال میں پیش بھی فرمادیا تھا۔ بالآخر حضرت عمرؓ نے اتفاق فرمالیا۔

(۳) بفرضِ محال سیدنا صدیق اکبرؓ نے حدیث پاک نہ سنائی ہو یا آپ کو مستحضر نہ تھی اس کے باوجود بھی اگر آپ نے اجتہاد و قیاس سے کام لے کر مانعین و منکرینِ زکوٰۃ سے مقابلہ کیا تو اس میں اشکال کی کوئی گنجائش نہیں اس لیے کہ آنحضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد حضرات صحابۂ کرامؓ خصوصاً خلفائے راشدینؓ کو اس معیار پر چھوڑا تھا کہ ان کے سارے افعال بھی از روئے حدیث سنت قرار پائیں۔

مہ می گوید کہ اصحابی نجوم للسریٰ قدوۃ وللطاغی رجوم

سیدنا صدیق اکبرؓ کا اپنے اجتہاد کی روشنی میں منکرینِ زکوٰۃ سے قتال کرنا بھی از روئے حدیث سنت ہی تھا۔ کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء راشدین

المھدیین (مشکوٰۃ شریف) (الحدیث) ایک مثال پیش خدمت ہے۔

سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رض فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایک شرابی کو چالیس کوڑے مارے گئے۔ سیدنا صدیق اکبر رض کے دورِ خلافت میں بھی چالیس کوڑے کی سزا کسی شرابی نے پائی جب سیدنا حضرت عمر فاروق رض کا دور آیا تو اس وقت شرابی کو اسّی (۸۰) کوڑے مارے گئے۔ سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رض کا اس بارے میں کیا فیصلہ تھا اسے ملاحظہ فرمادیں۔

جلد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اربعین وابوبکر اربعین وعمر ثمانین وکل سنۃ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۷۲ مسند احمد ج ۱ ص ۸۲)	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرابی کو ۴۰ کوڑے اسی طرح حضرت ابوبکر رض نے ۴۰ کوڑوں کی سزا دی اور سیدنا حضرت عمر رض نے ۸۰ کوڑے کی سزا دی اور یہ سب سنت ہی ہے۔

حضرت امام حاکم رح نے اپنی سند کے ساتھ سیدنا حضرت عثمان غنی رض کا بھی ذکر فرمایا ہے۔

واتمھا عثمان ثمانین وکل سنۃ (معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۸۱)

سیدنا حضرت ملا علی قاری الحنفی رح "وسنۃ الخلفاء راشدین" کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"خلفائے راشدین کی طرف سنت کی نسبت اس لیے ہوئی کہ یا تو انہوں نے خود آپ کی سنت پر عمل کیا یا اس لیے کہ انہوں نے خود قیاس و استنباط سے کام لے کر اس کو اختیار کیا۔
(مرقات شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۴۲)

علامہ حافظ ابن رجب حنبلی رح بھی لکھتے ہیں کہ:

"جس چیز کے بارے میں خلفاء نے حکم دیا، اگرچہ وہ حکم اجتہاد و قیاس سے صادر ہوا ہو مگر وہ سنت کے موافق ہے اور اس پر بدعت کا اطلاق ہرگز صحیح نہیں جیسا کہ گمراہ فرقہ اس کا عقیدہ رکھتا ہے"۔ (جامع العلوم والحکم ج ۱ ص ۱۹۱)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح بھی لکھتے ہیں:

"خلفاء راشدین کا اجتہاد بھی سنت ہے موافق سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ ان کے افعال پر بدعت کا شبہ ہی صحیح نہیں۔ (لمعات شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۳۰)

سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رض کی شہادت اور دیگر اکابرین کے اقوال سے معلوم ہوا کہ سیدنا صدیق اکبر رض

نے جو کچھ بھی فرمایا وہ بالکل صحیح اور از روئے حدیث سنت ہی ہے۔ ان کے اقوال و اعمال اسی لائق ہیں کہ انہیں سنّت قرار دیا جائے۔

حاصل یہ کہ سیدنا صدّیق اکبرؓ نے نہایت ہی استقلال کا ثبوت پیش فرماتے ہوئے دینِ اسلام کو تمام باطل فرقوں سے پاک کیا اور ان کے خیالاتِ باطلہ و عقائدِ فاسدہ کا پوری طرح سدّباب کیا۔ اگر آپ ذرا سا بھی تذبذب فرماتے تو آگے چل کر امتِ محمدیہؐ میں راہِ ضلالت کو پھلنے پھولنے کا موقع مل جاتا اور ہر اسلام دشمن گروہ اپنی ہوائے نفسانی کے تحت دین کے ایک ایک رکن میں تبادیل کر کے اسلام کا ایک ایک ستون منہدم بھی کرتے اور اسلام کا نام بھی لیتے جاتے۔ اللہ تعالیٰ کی ہزار ہا ہزار رحمتیں ہوں۔ سچ کہا ہے۔

محمد مصطفٰےؐ نے ہی ہمیں آخر بتایا ہے ابھی صدّیقؓ کا اسلام پر قرضہ بقایا ہے

قادیانیوں کے گمراہ کن اعتراضات کا جواب

سابقہ تحریرات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ منکرین و مانعین زکوٰۃ مرتد ہیں اور ان کے ساتھ قتال پر صحابہ کرامؓ نے اجماع بھی فرما لیا باوجودیکہ توحید و رسالت کے منکر نہ تھے۔ صوم و صلوٰۃ بھی کرتے تھے اور اسلام کو چھوڑ کر کافروں سے بھی کھلے عام نہ ملے تھے لیکن اجماع صحابہؓ نے یہ واضح کر دیا کہ دین کے کسی بھی ایک رکن سے انکار کرنا ارتداد کی دفعہ میں آجاتا ہے۔

اب قادیانی گروہ کا استدلال ملاحظہ فرمائیں۔ وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ مُرتد وہ ہے جو کفار سے جا ملے اور جو ایسا نہ کرے بلکہ اپنے آپ کو مسلمان کہے وہ مرتد نہیں لہٰذا قادیانی بھی مرتد نہیں کیونکہ وہ اپنے آپ کو حلقہ بگوش اسلام کہتا ہے۔

الجواب: وہ فرقہ جو مانعینِ زکوٰۃ کا تھا توحید و رسالت صوم و صلوٰۃ کا منکر نہ تھا اس کے باوجود ان پر حکم ارتداد جاری ہوا اور قتال ہوا۔ عبرت ناک سزا دی گئی جبکہ قادیانی ٹولہ ضروریاتِ دین کا نہ صرف صریح طور پر انکار کرتا ہے بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی، رسول، صاحب کتاب بلکہ افضل الانبیاء تسلیم کرتا ہے۔ سیّدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں نازیبا الفاظ کہتا ہے۔ آیاتِ قرآنی کی تحریف کرتا ہے۔ مُرادات قرآن کو اپنے لیے استعمال کرتا ہے اسی طرح دیگر ضروریات کا منکر ہے پھر کیونکر وہ مرتد نہ کہلائیں۔

مسیلمہ کذاب اور ان کے پیروکار بھی توحید و رسالت کے منکر نہ تھے۔ وہ صرف نبوت میں مسیلمہ کو شریک

مانتے تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کفر و ارتداد کا فیصلہ فرمایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کو اہل الردۃ میں شمار کیا اور اس کا قلع قمع بھی کیا۔ مسیلمہ پنجاب اور ان کے پیروکار کے عقائد بھی اسی طرح کے ہیں پھر وہ کیونکر مرتد نہ سمجھے جائیں۔ کوئی وجہ نہیں کہ ایک فریق کو ان عقائد کی بنا پر اہل الردۃ کہا جائے اور دوسرا فریق ان عقائد و نظریات کے ساتھ اہل اسلام میں شمار کیا جائے۔

(۲) قادیانی گروہ کا یہ بھی کہنا ہے کہ اہلِ قبلہ کی تکفیر کا کسی کو حق نہیں۔ وہ مسلمان ہی ہیں۔ چنانچہ قادیانیوں کے سربراہ مرزا طاہر کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق مسلمان وہ ہے جو ہماری طرح نماز پڑھے، ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے۔ (روزنامہ جنگ لندن)

آج کل قادیانی گروہ اس حدیث پاک کو بیان کرکے امتِ مسلمہ کے بھولے بھالے مسلمانوں کو مغالطہ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ یاد ہوگا کہ قادیانی زعماء کی ۳۱ جولائی ۸۶ء کو لندن میں جو پریس کانفرنس ہوئی تھی اس میں یہی دعویٰ کیا گیا تھا کہ :

"حضور اکرمؐ نے مسلمانوں کی یہ تعریف فرمائی ہے کہ وہ قبلہ رُخ ہو کر نماز پڑھے اور حلال کھائے تو اس تعریف کو چھوڑ کر ہم اسمبلی کی تعریف کو کس طرح مان سکتے ہیں"

شنید ہے کہ مرزا طاہر طاہر نے اس موضوع "اللہ کے نام پر قتل" کے عنوان سے ایک کتابچہ بھی تحریر کیا ہے۔ اس میں بھی قیاس یہ ہے کہ اسی عنوان کو ہیر پھیر کر تفصیل سے پیش کیا ہو جس سے ان کا استدلال یہ ہے کہ ایسا شخص مسلمان ہے۔ کفر کا فتویٰ صحیح نہیں۔

الجواب : سب سے پہلے اس بات کی جانب توجہ دینی ضروری ہوگی کہ اہلِ قبلہ کا مطلب کیا ہے اور اصطلاحِ شریعت میں اس جملہ سے کیا مُراد ہے؟

واضح رہے کہ حضرات محدثین و علماء متکلمین اس بات کی صراحت فرما چکے ہیں کہ اصطلاحِ شریعت میں اہل قبلہ کا معنی و مطلب اہلِ ایمان ہیں اور اہلِ ایمان وہ لوگ ہیں جو تمام قطعیاتِ اسلام اور ضروریاتِ دین پر یقین رکھتے اور ان کی تصدیق کرتے ہوں اور اس میں کسی قسم کی تاویل و انکار نہ کریں۔ محدثِ شہیر حضرت ملا علی القاری الحنفیؒ فرماتے ہیں کہ

اعلم ان المراد من اھل القبلۃ الذین اتفقوا علی ما ھو من ضروریات	اہل قبلہ سے وہ لوگ مُراد ہیں جو تمام ضروریاتِ دین پر ایمان رکھتے ہوں۔

الدین (شرح فقہ اکبر)

امام ابن حزمؒ لکھتے ہیں:

اھل القبلۃ فی اصطلاح المتکلمین من یصدق بضروریات الدین ای الامور التی علم ثبوتھا فی الشرع واشتھر فمن انکر شیئا... لم یکن من اھل القبلۃ ولوکان مجاھداً بالطاعات (الفصل ج ۴ ص ۵۷۴)

حضرات متکلمین اسلام کی اصطلاح میں اہلِ قبلہ سے وہ لوگ مُراد ہیں جو تمام ضروریاتِ دین کی تصدیق کریں یعنی وہ تمام امور جن کا شریعت میں ثبوت اس طرح ہُوا کہ انہیں اسلام میں شہرت کا درجہ حاصل ہو پس جو شخص ان کا انکار کرے ... تو وہ اہلِ قبلہ نہیں ہے خواہ طاعات و عبادات میں سب سے زیادہ ہی مجاہدہ کیوں نہ کرے۔

اس سے واضح ہُوا کہ حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص تمام ضروریاتِ دین کی تصدیق کرے وہ اہلِ قبلہ میں سے ہے۔ یہ نہیں کہ جو شخص قبلہ رُو ہو جائے، ذبیحہ مسلم کھالے، نماز پڑھ لے خواہ وہ قطعی امور کا منکر ہو تو بھی کافر نہیں۔ یہ معنی ہرگز ہرگز مراد نہیں ورنہ ایمان و کفر، اہلِ اسلام اور اہلِ کفر میں کیا امتیاز رہ جائے گا؟

(۲) اہلِ قبلہ کی تکفیر نہ کرنے کا ایک مطلب یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اہلِ قبلہ (یعنی مومن) کی گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے تکفیر نہ کی جائے گی کہ گناہ کبیرہ کر لیا تو کافر ہو گا جیسا کہ بعض گروہ کا عقیدہ ہے۔ اہلِ سُنّت والجماعت کا مسلک یہ ہے جو اُوپر گزرا کہ گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے کافر نہیں ہو جاتا۔ البتہ اگر اس نے ضروریاتِ دین میں سے کسی بھی ایک رکن کا انکار کر دیا تو پھر وہ ہزار نماز پڑھے، ہزار ذبیحہ مسلم کھانے کا اعتراف کرے مسلمان نہیں ہوگا اس لیے کہ ایمان کا دارو مدار صرف استقبالِ قبلہ، ذبیحہ مسلم اور اقامتِ صلوٰۃ پر نہیں بلکہ جُملہ ضروریاتِ دین پر ہے۔

(۳) حدیث پاک سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ انسان کے ظاہر اعمال پر حکم لگایا جائے گا مثلاً اگر کوئی شخص قبلہ رو ہو کر نماز پڑھتا ہے، مسلمانوں کا ذبیحہ اور استقبالِ قبلہ پر عمل کرتا ہے اور بظاہر ضروریاتِ دین کا منکر بھی نہیں تو اسے مسلمان تصوّر کیا جائے گا لیکن اگر اس کے کفر کا پتہ چل جائے اور وہ اس پر اصرار بھی کرے اس کے باوجود اسے مسلمان اور اہلِ قبلہ تصوّر کرنا اسلام کی توہین ہو گی نحن نحکم بالظواھر

کا یہی مطلب ہے۔ اسی لیے بعض روایات سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اس میں یہ الفاظ بھی ہیں اِلّاان تروا کفرا بواحا یعنی جب تک تم کفر صریح نہ دیکھو کافر مت کہو۔ محدثین بھی یہی فرماتے ہیں:

وفیه ان امر الناس محمولة علی الظاهر فمن اظهر شعار الدین اجریت علیه احکام اهله مالم یظهر منه خلاف ذلک۔
(فتح الباری ج ۳ ص۵۲ عمدۃ القاری ج ۴ ص۱۲۵)

اس حدیث میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ ظاہری حالت پر معاملہ ہوگا۔ جو شخص دین کے شعار کو ادا کرے گا اس کے ساتھ اسی دین والوں کا سا معاملہ کیا جائے گا بشرطیکہ اس سے کوئی کام اس کے خلاف صادر نہ ہو۔

آئیے اس اصول دوضاحت کی روشنی میں قادیانیوں کے عقائد کا جائزہ لیجئے۔ وہ دعویٰ تو کرتے ہیں نماز، استقبال قبلہ اور ذبیحہ مسلم پر عمل کرنے کا۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ کیا انہوں نے ضروریاتِ دین کا انکار تو نہیں کیا؟ کیا قطعیات کے منکر تو نہ ہوئے؟ جب ہم قادیانی سربراہوں اور ان کے زعماء کی کتابوں کا دیانت دارانہ مطالعہ کرتے ہیں تو اس میں کفر اتنا صریح ہوتا ہے جو کسی تاویل سے بھی ختم نہیں ہو سکتا۔ خدا کی ذات، انبیاء کرام، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم۔ قرآن کریم اور دیگر عقائد اسلامیہ کی صراحۃً خلاف ورزی موجود ہے اور اس بات کا انہیں بھی اعتراف ہے کہ اسلام اور قادیانیت کی راہیں جدا ہیں۔ دونوں میں کسی طرح کا کوئی جوڑ نہیں۔ تو اب فرمائیے کیا اب بھی ان پر اہلِ اسلام کا فتویٰ لگایا جائے گا؟ ظاہر ہے کہ نہیں۔ اس لیے حدیث پاک سے وہ مطلب اخذ کرنا جو خود منشاء حدیث نہیں۔ مغالطہ، فریب اور دھوکہ نہیں تو اور کیا ہے۔؟

ہم اب بھی کہتے ہیں کہ ظاہر اعمال پر حکم لگایا جائے گا جب تک اس کے خلاف کوئی دلیل موجود نہ ہو۔ اور اگر دلائل کے انبار موجود ہوں پھر بھی اسلام کا نعرہ لگائیں تو یہ ایک منافقت ہوگی اور اسلام اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ کفر صریح کو اسلام کا نام دے کر اس کا مذاق اُڑایا جائے۔ اسلام نے واضح کر دیا ہے کہ ضروریاتِ دین کا منکر کافر ہے اور مرزا قادیانی کا اپنا اعتراف منکر ہونے کا موجود ہے۔

(۳) قادیانی سربراہ مرزا طاہر یہ بھی مغالطہ دیتے ہیں کہ:

"ایک صحابی نے جنگ کے دوران ایک ایسے آدمی کو قتل کر دیا جس نے عین قتل ہوتے وقت کلمہ پڑھ لیا تھا۔ جب معاملہ حضور صلعم کی خدمت میں پیش ہوا تو حضورؐ نے نہایت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور ان صحابی سے فرمایا کہ کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا؟ اور پھر بار بار اس فقرے کو دہراتے رہے۔" (جنگ لندن)

مرزا طاہر نے اس واقعہ سے بھی شدید مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے۔ اس واقعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس مقتول نے عین حالت قتل میں کلمہ پڑھ لیا تھا اور جن کے ہاتھ میں تلوار تھی انہوں نے یہ گمان کیا کہ اس شخص نے محض اور محض جان بچانے اور تلوار کے خوف سے کلمہ پڑھا ہے۔ حدیث میں ہے کہ:

انما قالها خوفا من السلاح	اس نے ہتھیار کے خوف سے یہ کلمہ پڑھا تھا

(مسلم جلد اول ص۶۸)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ واقعہ پہنچا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا

افلا شققت عن قلبه	کیا تُو نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا!

صحابیؓ نے یہ اجتہاد فرمایا کہ اس شخص نے جو کلمہ پڑھا ہے وہ محض تلوار کے خوف سے پڑھا اور موقع محل کے اعتبار سے انہوں نے اسی کو صحیح خیال فرمایا اور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک اور تنبیہہ بھی اپنی جگہ شریعت کا ایک حکم بن گئی کہ انسان کے ظاہر اعمال پر حکم لگایا جائے، باطن اللہ کے سپرد کر دیا جائے لیکن غور طلب بات تو یہ ہے کہ جب ظاہراً بھی کفریہ و ملحدانہ اقوال موجود ہوں تو اس پر صرف یہ کہہ دینا کہ ظاہر پر ہی حکم نہ لگاؤ بلکہ باطن کو دیکھو کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟

مرزا غلام قادیانی اگر ظاہری طور پر ضروریاتِ دین کا اقرار رکھتا اور خبثِ باطن ظاہر نہ کرتا تو معاملہ اور ہوتا مگر افسوس کہ اس کے خبث باطن کے ساتھ ساتھ خبثِ ظاہر بھی بے شمار موجود ہیں اب کوئی ذی ہوش مسلمان یہ کہنے میں ذرا بھی تامل نہیں کر سکتا کہ مرزا صاحب ضروریاتِ دین کے منکر تھے۔ پھر یہاں معاملہ صرف خبث ظاہر و باطن کا بھی نہیں بلکہ اپنے اس خبث پر اصرار و اقرار بھی ہے تو اس میں مزید شدت پیدا ہو جاتی ہے۔ مرزا طاہر کو چاہیے تھا کہ اس حدیث کو بیان کرنے سے قبل اپنے عقائد کا بھی جائزہ لیتا پھر اسی کو بطورِ دلیل پیش کرتا مگر افسوس کہ ایسا نہ ہوا اور قادیانی گروہ کی مزید رسوائی کا سبب بنا۔ (فافہم وتدبر)

وما علینا الا البلاغ

حمدِ خلّاقِ جہاں!!

بیچین رجپوری (بدایونی)

خلّاقِ جہاں مالک و منّان و کرمگار! ہے تیری تجلائی ہر اک شے سے نمودار!
غنچوں میں گلوں میں ہیں تری طیب و شمائم مہکار سے مشمُوم تری نافۂ تاتار
ہر ظاہر و باطن کی ہے علّام تری ذات سینوں کے ہر اک راز سے آگاہ و خبردار
سب کچھ ہُوا قدرت سے تری کچھ بھی نہ تھا جب ہر کام ہے آسان تجھے ہرگز نہیں دشوار
ہے تیری ہی توقیع سے اے ربِ جلالت! اجرام میں ہے چار عناصر کا جو آغار[1]
صنّاعی تری واہ! زہے! شانِ نگارش ہے خامۂ قدرت ترا نقاشِ چمن زار!
کیا خوب! تری قدرت و صنعت کے مناظر ہر منظرِ پُرکیف سے ہے دعوتِ دیدار
رُخسارۂ فطرت کا تجھی سے ہے تماح[2] ہے تیری نضارت سے ہر اک رونقِ بازار
خوبانِ جہاں سے ہیں عیاں تیرے ہی جلوے غرقابِ تحیّر ہے نگاہوں کا ہر اک تار
اے باری! تری ذات ہے در پردۂ تکوین لیکن ترے جلوے ہیں بہر سمت نمودار
ہر چیز کی تکوین کا مقصد ہے لزوماً عالم میں کوئی نقش نہیں باطل و بیکار!
درّاک زمانے کے سدا چھانا کریں خاک ظاہر نہیں ہو سکتے ترے مخفیہ اسرار
ہر قلب کو رُو پُوشی تری وجہِ قلق ہے ہر آنکھ تری دید کی از بس ہے طلب گار!
قدرت کا یدِ طولیٰ ترا از پئے ایجاد رہتا ہے شب و روز سدا مائلِ اخمار
رہتی ہے سدا جس سے کہ زیبائش و تزئین قدرت تری مشاطہ ہے با فطرتِ سنگار
جاری ہیں بہ تنظیمِ جہاں تیرے فرامین ہوتا ہے ترے حکم سے ہر صبح کا اسفار
ہوتا ہے ترے حکم سے تغییرِ مواسم اور جملہ شب و روز کی بیشی اعصار
سرچشمۂ فیضان ہیں ارواح و جسد کو پیدا ہیں کئے شمس و قمر کیسے ضیا بار
ہوتا ہے ترے حکم سے کیا خوب! ہی منظر آغوشِ فلک صبح و مسا رنگِ شفق زار
ہوتی ہے بہ شب محفلِ رخشندہ کواکب پہلوئے فلک کا کہکشاں کیسی! چمکدار
کرتے ہیں بصد خوبی ادا اپنے فرائض پابند ترے حکم کے ہیں ثابت و سیّار
یا ربِّ جہاں! ارض کے آغوش سمالق[3] ہر چیز پہ ہیں تیرے احاطات کا اظہار
یا رب! تری قدرت سے کہیں ارض ہے نمناک ہوتی ہے صحاری میں کہیں رفعتِ اعصار[4]
ہیں کیسے! فرح بخش مناظر بہ مزارع آتے ہیں محن کرتے نظر جن میں کہ کشتار[5]

---

[1] آغارہ - گوندھنا، ملانا [2] تماح - چمک، روشنی [3] سمالق - چٹیل میدان [4] اعصار - بادبیاباں - بگولا [5] کشتار - کسان

پہلوئے اراضی ہے کہیں اَجْمۂ غنّا،[6] — اور عرصۂ صحرا میں کہیں ریگ کے انبار
کیا خوب! ہے نظارہ ہر اک سطحِ زُرُوعی[7] — کیا خوب! سَنابِل[8] کا گندھاؤ ہے طرحدار!
ہیئات عجب رکھتے ہیں صحراؤں میں انعام — چرتے ہوئے بر اَرضِ چراگاہ و عَلَف زار
اے مُلطف و منّان! زہے! فیضِ کرمی — غدران[9] و بحیرات[10] و ہمہ ابحُر[11] و انہار
کیا خوب! ہیں کھلتے ہوئے پھولوں کے مناظر — صنّاعی تری واہ! صحونِ گل و گلزار
ہے ان کے بہاؤ کی عجب ہیئتِ دلکش — چشمے جو اُبل کر ہیں بہے دامنِ کہسار
اَزہار کا منظر زہے! اقلالِ منیعہ[12] — ہو چاندنی جیسے کہ بہ شب حالتِ ابدار
پلتے ہیں عجب زینتیں گلزار و صحارٰی — ہوتی ہے ترے حکم سے شبنم جو گہربار
ہر آن سیاحت ہے فضاؤں میں ہوا کی — ہے کیسا! تنوّع اِسے در شوخیِ رفتار
فرمائی عجب تُونے پرندوں کو ہے ترقیش[13] — ہیں کیسے! ہی خوش رنگ پَر و بازو و منقار
بھرتے ہیں اُڑانیں یہ بہر سمت فضا میں — حاصل ہے اِنہیں تجھ سے ہی پرواز کا اقدار
کیا خوب! ہے پُرکیف و عجب نصرتِ باغات — ہل ہل کے ہواؤں سے عجب ہوتے ہیں وجدآر
سُبحانک! یا ربّنا! کیا خوب! یہ منظر — آویختہ شاخوں میں ثمر ہیں جو بہ اشجار
ہے تیری عنایت سے بہ اشجارِ بساتین — اثمار کی لذّات کا مخلوق کو اِبشار[14]
اے مالک و منّان! ہیں سب تیرے ہی محتاج — ہو کوئی جہانگیر و جہاندار کہ نادار!
احسان ترے ہم پہ شب و روز ہیں یا ربّ! — ہے تیری عطایا و نعم کا نہیں اِحصار
ہوتی نہیں زنہار کوئی اس میں رکاوٹ — ہے لطف و کرم تیرا شب و روز لگاتار
وا خوانِ کرم تیرا ہے سب کے لیے رحمٰن! — ہو کوئی نکوکار کہ ہو کوئی سیہ کار
اے مالک و معبود! ہے لازم کہ بہ تعمیل — ہر حکم پہ ہم تیرے ہمیشہ ہوں نگوں سار
مخلوق پہ بخشا ہے شرف تُو نے بشر کو — زنہار یہ خود آپ نہیں ناطق و ہشیار
مشفق نہیں خلاقِ جہاں تجھ سا کوئی اور — بندوں پہ تُو اپنے ہے نہایت ہی کرمگار!
کرتا ہے مُنیبین کی مقبول اِنابات[15] — ہے جرم و تقاصیر کے تائب کو تو غفّار!
مقبول ترے بابِ کرم زاری و الحاح — ہے سرکش و سرتاب کو ملعونی و اقرار
سرتابی ہے گو چون و چرا ہو ترے آگے — ہے سرکش و سرتاب کو لاریب تو قہّار!
ہوتا ہے غمائم میں جو ارعادِ صواعق[16] — ہے قہر و غضب سے یہ ترے ذرّہ بھر اِنوار[17]

نادانی سے یا رب! ہوئے سرزد جو معاصی
ہیچمیں ہے صد عجز معافی کا طلبگار!

---

[6] اجمۂ غنّا - گھنیرا بن۔ [7] سطحِ زروعی - کھیتوں کی زمین۔ [8] سنابل - خوشہ - پھلی - بال۔ [9] غدران - جمع - واحد غدیر - تالاب [10] بحیرات - جمع - واحد بحیرہ - جھیل [11] ابحر - جمع بحر - سمندر۔ [12] اقلالِ منیعہ - پہاڑوں کی چوٹیاں [13] ترقیش - گوناگوں کرنا۔ رنگ برنگ کرنا۔ [14] ابشار - خوشخبری [15] انابات - رجعتیں کرنا۔
[16] ارعادِ صواعق - بجلیوں کی کڑک اور چمک [17] اِنوار - ظاہر ہونا۔ آشکار ہونا۔

کیا پاکستان میں "رشدیوں" کی حکومت ہے؟

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی، مدیر ماہنامہ بینات کراچی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و حرمت ایک مسلمان کے لئے سب سے بڑی متاع ایمان ہے، مسلمان سب کچھ برداشت کرسکتا ہے لیکن محبوب خدا شافع روز جزا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ادنیٰ بے ادبی و گستاخی اس کے لئے ناقابل برداشت ہے۔ اور اس گئے گزرے دور میں بھی مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و حرمت پر کٹ مرنے کے لئے تیار ہے۔ اور ایسے موذیوں کے مقابلہ میں غازی علم الدین شہید اور غازی حاجی مانک مرحوم کا کردار ادا کرسکتا ہے۔

یہود و نصاریٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عالی میں گستاخی کے شوشے وقتاً فوقتاً چھوڑتے رہتے ہیں اور اہل اسلام کی طرف سے ان پر احتجاج کی خبریں اخبارات میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ گزشتہ دو سالوں سے شیطان رشدی کی شیطانی کتاب پر فرزندان اسلام نے جس غم و غصہ کا اظہار کیا اور انگلینڈ سے پاکستان تک اس پر جس قدر احتجاج کیا گیا اس کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

ایسا لگتا ہے کہ اسلام دشمن عناصر مسلمانوں کے اس احتجاج سے لطف اندوز ہوتے ہیں اس لئے ان کی طرف سے گستاخی و دیدہ دہنی کا مسلسل مظاہرہ ہوتا رہتا ہے۔ اور وہ کسی نہ کسی شیطان رشدی کو اپنا آلۂ کار بنا لیتے ہیں۔ اسی قسم کی بے ہودگی کا ایک مظاہرہ گزشتہ دنوں پاکستانی اخبارات میں کیا گیا۔ کراچی میں کوئی "بونسز امگا دمنٹ" نامی کمپنی ہے۔ جس کی جانب سے ۸ مارچ

۱۹۹۰ء کو کراچی کے معروف انگریزی اخبار "ڈان" میں اور ۱۰ر مارچ ۱۹۹۰ء کو اخبار جنگ کراچی میں "بونانزا ٹراؤزرز" کا ایک اشتہار شائع کیا گیا۔ جس میں پتلون کی تشکل دکھائی گئی ہے۔ اور اس کی عین پیشاب کی جگہ پر (نعوذ باللہ، استغفر اللہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس نام (محمد) کا کارٹون بنایا گیا ہے۔

یہ کارٹون اس قدر غلیظ اور اشتعال انگیز ہے کہ اسے دیکھ کر سر چکرا جاتا ہے اور کوئی مسلمان اپنے غم و غصہ کو ضبط نہیں کر سکتا۔ اس گستاخی و جسارت پر جب مسلمانوں کی طرف سے غم و غصہ کا اظہار کیا گیا۔ تو اشتہارات کی جس کمپنی کی معرفت یہ اشتہار شائع ہوا تھا، اس اشتہاراتی کمپنی نے ۱۶ر مارچ ۱۹۹۰ء کے جنگ کراچی میں درج ذیل معذرتی اشتہار شائع کرایا:

"معذرت"

"ہمارے کلائنٹ میسرز بونانزا گارمنٹ کے لئے ایک اشتہار جو ہم نے روزنامہ جنگ اور روزنامہ ڈان میں مورخہ ۸ر مارچ اور مورخہ ۱۰ر مارچ ۱۹۹۰ء میں شائع کرایا تھا۔ اس میں غیر دانستہ طور پر ہونے والی ایک غلطی کی جانب ہماری توجہ مبذول کرائی گئی ہے، ہم نہایت عجز و انکسار کے ساتھ اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ الحمد للہ ہم مسلمان ہیں اور سرکارِ دو عالم کے غلام ہیں۔ لہٰذا اشتہار مذکورہ سے کسی دینی بھائی کے جذبات مجروح ہوئے ہیں۔ اس پر صدق دل کے ساتھ ہم اور ہمارے کلائنٹ بونانزا گارمنٹ معذرت چاہتے ہیں اور اس اشتہار کو فوری طور پر واپس لیتے ہیں۔

پیراگون ایڈورٹائزنگ (پرائیویٹ) لمیٹڈ

پینوراما سینٹر، راجہ غضنفر علی روڈ، صدر، کراچی۔"

اس معذرت کے سلسلہ میں چند امور قابل غور ہیں:

اول: اس اشتہار کی اشاعت میں چار ادارے ملوث ہیں:

(۱) بونانزا گارمنٹ فیکٹری، جس کی جانب سے اشتہار دیا گیا۔

(۲) پیراگون ایڈورٹائزنگ کمپنی، جس کی وساطت سے اشتہار دیا گیا۔

(۳) اخبار ڈان کے مالکان اور ذمہ داران ۔

(۴) اخبار جنگ کے مالکان اور ذمہ دار عملہ ۔

جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ معذرت نامہ ان چار اداروں میں سے صرف ایک ادارہ اشتہارات کی کمپنی کی طرف سے شائع کیا گیا ہے ۔ جبکہ وہ گارمنٹ فیکٹری جس کی جانب سے اشتہار شائع ہوا اس کے مالکان کی طرف سے کسی رسمی معذرت کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی گئی ۔ اسی طرح اخبار ڈان اور اخبار جنگ ، جنہوں نے چند ٹکوں کے لالچ میں اس گندگی کو اچھال کر غضب الٰہی کو دعوت دی اور اپنا نام "موذیانِ رسول" کی فہرست میں درج کرایا ، انہوں نے کسی رسمی معذرت کا تکلف بھی ضروری نہیں سمجھا ۔

دوم : بیراگون کی معذرت میں کہا گیا ہے کہ یہ غلطی نادانستہ طور پر ہوئی ، یہ قطعاً دروغ گوئی اور " عذر گناہ بدتر از گناہ " کی بھونڈی مثال ہے ۔ ذرا تصور فرمایئے کہ یہ اشتہار کتنے مرحلوں سے گزرتا ہوا قارئین تک پہنچا ۔

۱ ۔ سب سے پہلے ' بونسزا ' کی طرف سے اشتہارات کی کمپنی کو اس اشتہار کا بنیادی تصور و تخیل دیا گیا ہوگا ۔

۲ ۔ پھر اس خاکہ کے مطابق اشتہارات کی کمپنی کے بدبخت اور خبیث باطن آرٹسٹ اور ڈیزائنر کے قلم نے اس تخیل کو کاغذ پر منتقل کر کے اس کا خاکہ اور نقشہ بنایا ہوگا ۔

۳ ۔ پھر اشتہارات کی کمپنی کے ذمہ داروں نے اس خاکہ کو دیکھ کر منظور کیا ہوگا ۔

۴ ۔ پھر اشتہار کا یہ نقشہ (ڈیزائن) اس کمپنی کے ذمہ داروں کو دکھایا گیا ہوگا ، جس کی طرف سے یہ اشتہار شائع ہونیوالا ہے اور انہوں نے اس کی منظوری دی ہوگی ۔

۵ ۔ پھر اس ڈیزائن کی فلم اخبارات کو بھیجی گئی ہوگی ، اور اخباروں کے شعبۂ اشتہارات نے اس اشتہار کے تمام پہلوؤں پر غور کر کے یہ دیکھا ہوگا کہ اس میں کوئی ایسی قابلِ اعتراض بات تو نہیں جو لائق اشاعت نہ ہو ؟ اور غور و فکر کے بعد اس کی منظوری دی ہوگی ۔

۶ ۔ پھر یہ اشتہار ۸ ، مارچ کو انگریزی اخبار میں چھپا ، ظاہر ہے کہ چھپنے کے بعد ' بونسزا ' اور ' بیراگون ' میں اس کو بغور دیکھا گیا ہوگا ۔ اس کے دو دن کے بعد اسی اشتہار کو دوبارہ شائع کرایا جاتا ہے ۔

ان تمام مراحل سے گزرنے کے باوجود اسے " نادانستہ غلطی " کہکر اس بدترین جرم پر ، جس کی سزا ، پھانسی ہے ، پردہ ڈالنے کی کوشش کرنا کیا مسلمانوں کا منہ چڑانے کے مترادف نہیں ؟

اچھا ایک لمحہ کے لئے فرض کر لیجئے کہ یہ غلطی نادانستہ طور پر ہوئی، اس کے باوجود سوال یہ ہے کہ اس غلطی کا وقفے وقفے کے بعد اعادہ کیوں کیا گیا؟ اور پھر اشتہار کے چھپنے کے آٹھ دن بعد تک "معذرت" شائع کرنے میں تاخیر کیوں کی گئی؟ اگر یہ غلطی نادانستہ تھی تو نہ صرف یہ کہ اس اشتہار کے دوبارہ شائع ہونے کی نوبت نہ آتی، بلکہ ۸، مارچ کو شائع ہونے ——————— والے اشتہار پر بلا تاخیر ۹، مارچ کو معذرت شائع ہو جاتی، علاوہ ازیں یہ سوال پھر باقی رہتا ہے کہ جس خبیث نے یہ کارٹون بنایا، پیراگون نے اس کے خلاف کیا کارروائی کی؟

ان حقائق کو سامنے رکھا جائے تو صاف نظر آئے گا کہ یہ غلطی نادانستہ نہیں ہوئی، بلکہ آرٹسٹ نے دیدہ و دانستہ اپنے خبث و بدباطنی کا مظاہرہ کیا ہے، اور فدایانِ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی غیرت کو جان بوجھ کر چیلنج کیا گیا ہے۔ لہٰذا "پیراگون" کمپنی کی یہ معذرت لغو و لایعنی ہے، اگر ان کے دل میں ذرۂ ایمان موجود تھا تو انہیں صاف صاف اپنے جُرم کا اقرار کرتے ہوئے توبہ نامہ شائع کرنا چاہیئے تھا، اور اس کا عنوان "معذرت" کی بجائے "توبہ نامہ" ہونا چاہیئے تھا۔ اور اگر لوبنسرا کمپنی، اخبار ڈان اور اخبار جنگ کے مالکان کے دل میں ایمانی غیرت کی کوئی رمق ہوتی تو انہیں اس اشتہار کی اشاعت کے تمام ذمہ داروں کے خلاف فوری کارروائی کرنی چاہیئے تھی، اس لئے کہ یہ جُرم ایسا سنگین ہے کہ اس میں چشم پوشی کی کوئی گنجائش نہیں۔

اور پھر یہ کہہ کر فارغ ہو جانا کہ یہ غلطی نادانستہ ہوئی، قانون کی نظر میں کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ فرض کیجئے کہ غلطی نادانستہ ہی ہوئی۔ تب بھی سوال یہ ہے کہ اس کے لئے کسی توبہ نامہ کی، کسی کفارے کی اور کسی سزا کی ضرورت نہیں؟

قرآن کریم نے قتل خطا (نادانستہ قتل) کا ذکر کرتے ہوئے اس کی دو سزائیں ذکر کی ہیں، ایک یہ کہ مقتول کے وارثوں کو خون بہا ادا کیا جائے۔ دوم یہ کہ مومن غلام کو خرید کر آزاد کیا جائے، اور اگر مومن غلام کا حصول میسر نہ ہو تو دو مہینے کے متواتر، لگاتار، پے در پے روزے رکھے جائیں۔ یہ قتل خطا کا کفارہ ہے۔ جس کو ذکر کرنے کے بعد حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں:

"توبۃ من اللّٰہ" (النساء: ۹۲)

یعنی اس کفارہ کا ادا کرنا اس جُرم سے توبہ کا وہ طریقہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے [illegible] کیا گیا ہے۔

اس ارشادِ ربانی سے واضح ہو جاتا ہے کہ نادانستہ قتل بھی ایک جُرم ہے جس [illegible] سے توبہ

لازم ہے، اور توبہ کا طریقہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ مقرر کیا گیا ہے کہ اگر مومن بردہ میسر نہ ہو، جس کو آزاد کیا جا سکے، تو پھر ۶۰ دن کے روزے لگاتار بلاناغہ رکھے جائیں۔

اب غور کیجئے کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وحرمت ایک عام مسلمان کی جان کے برابر بھی نہیں؟ جب قرآن کریم نادانستہ قتل کو جرم قرار دیتا ہے۔ اس جرم سے توبہ کرنے کی تلقین کرتا ہے اور اس توبہ کا طریقہ تجویز کرتا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس نام کی بے حرمتی اگر نادانستہ بھی فرض کر لی جائے تب بھی کیا یہ سنگین جرم نہ ہوگا۔ کیا اس سے توبہ کا اعلان ضروری نہ ہوگا اور کیا اس کے لئے کسی کفارہ اور کسی سزا کی ضرورت نہ ہوگی؟ کیا "بیراگون" والوں کا صرف یہ کہہ دینا کافی ہوگا کہ یہ غلطی دانستہ نہیں ہوئی، بلکہ غیر دانستہ طور پر ہوئی ہے؟ کیا تعزیرات پاکستان کی رُو سے قاتل کا صرف یہ کہہ دینا کہ میں نے دانستہ قتل نہیں کیا اس کی رہائی کے لئے کافی ہے، اور اس کے بعد اس پر کوئی تعزیر لازم نہیں ہوگی۔

اور اگر یہی غلطی ملک کے صدر محترم یا وزیر اعظم صاحب کے بارے میں نادانستہ طور پر سرزد ہو جاتی تو کیا ہوتا؟ کمپنیوں کے لائسنس ضبط کر لئے جاتے، اخباروں کے ڈیکلریشن منسوخ کر دیئے جاتے، ایڈیٹر کو معطل اور پرنٹر کے خلاف ـــــ فوری طور پر تادیبی کارروائی ہوتی۔ الغرض تمام ذمہ داروں کے خلاف کارروائی ہوتی اور حکومت کی پوری مشینری حرکت میں آجاتی، لیکن صد حیف! کہ یہ سنگین جرم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے بارے میں سرزد ہوتا ہے۔ لیکن کسی کے کان پر جوں بھی نہیں رینگتی، گویا کچھ ہوا ہی نہیں،

ع تفو! بر تو اے چرخ گرداں تفو!

سوم: "بیراگون" کے اشتہار میں کہا گیا ہے:

"ہم نہایت عجز و انکسار کے ساتھ اس کی وضاحت کرتے ہیں کہ الحمد للہ! ہم مسلمان ہیں اور سرکار دوعالمؐ کے غلام ہیں۔"

اول تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی وروحی وجسدی) کی ذات عالی سے ایسی ناپاک جسارت کرنے کے بعد "بیراگون" والوں کو اپنی مسلمانی اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی پر فخر کرتے ہوئے شرم آنی چاہیئے تھی۔

علاوہ ازیں گفتگو اس میں نہیں کہ اس ملعون اشتہار کو شائع کرنے والے مسلمان تھے یا یہودی؟ اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے یا مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح موذی رسولؐ؟ گفتگو

اس میں ہے کہ آیا ایسی ملعون گستاخی و بے ادبی کے بعد بھی وہ مسلمان کے مسلمان ہی رہے، یا اس گستاخی کی وجہ سے مرتد اور خارج از اسلام ہو گئے ؟ قرآن کریم کا فتویٰ یہ ہے کہ ایسے لوگ اگر پہلے مسلمان بھی تھے تو ایسی گستاخی کے بعد وہ کافر و مرتد ہو گئے۔

چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ۔ (التوبہ: ۶۵-۶۶)

"آپ ان سے کہہ دیجئے گا کہ کیا اللہ کے ساتھ اور اس کی آیتوں کے ساتھ اور اس کے رسولوں کے ساتھ تم ہنسی کرتے تھے؟ تم اب (یہ بے ہودہ) عذر مت کرو تم تو اپنے کو مومن کہہ کر کفر کرنے لگے۔"

قرآن کریم یہ بھی بتاتا ہے کہ ایسے موذیانِ رسولؐ دنیا و آخرت میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ملعون ہیں، اور دونوں جہانوں میں ان کے لئے رسوا کن عذاب ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ (الاحزاب: ۵۷)

"بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

قرآن کریم نے یہ بھی بتایا کہ ایسے ملعون واجب القتل ہیں، ایسے موذی جہاں ملیں ان کو قتل کر دیا جائے:

مَلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ۝ سُنَّةَ اللّٰهِ فِى الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۝

(الاحزاب: ۶۱-۶۲)

"وہ بھی (ہر طرف سے) پھٹکارے ہوئے جہاں ملیں گے پکڑ دھکڑ اور مار دھاڑ کی جاوے گی، اللہ تعالیٰ نے ان (مفسد) لوگوں میں بھی اپنا یہی دستور رکھا ہے جو پہلے ہو گزرے ہیں، اور آپ خدا کے دستور میں سے کسی شخص کی طرف سے ردّ و بدل نہ پاویں گے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدینؓ کے دور میں ایسے موذیانِ رسولؐ کو واجب القتل اور مباح الدم قرار دیا گیا۔ ابن خطل کا واقعہ مشہور ہے کہ اس خبیث کو توہین رسالتؐ کے جرم میں عین اس وقت قتل کیا گیا جب کہ وہ غلافِ کعبہ سے لپٹا ہوا تھا۔ عبداللہ بن ابی سرح جو مرتد ہونے کے بعد تائب ہو کر آئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا اسلام قبول کرنے میں دیر تک توقف فرمایا، بالآخر ان کی بیعت قبول فرمائی، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا، "تم میں ایک آدمی بھی ایسا نہ نکلا کہ جب میں نے اس کی توبہ قبول کرنے میں توقف کیا تھا تو اٹھ کر اسے قتل کر دیتا۔" ابورافع یہودی کو اسی جرم میں جہنم رسید کیا گیا۔ جس کے قتل کا واقعہ صحیح بخاری میں موجود ہے۔ اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ موذی رسولؐ کی ایک ہی سزا ہے اور وہ ہے قتل۔

جن حضرات کو ان واقعات کی تفصیل دیکھنے کا شوق ہو وہ حافظ ابن تیمیہؒ کی کتاب "الصارم المسلول" اور علامہ ابن السبکی کی کتاب "السیف المسلول" کا مطالعہ فرمائیں۔

قرآن وسنت کے ان حوالوں کی روشنی میں تمام فقہائے امت اس پر متفق ہیں کہ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت و بے ادبی کا ارتکاب کریں، اگر وہ پہلے مسلمان تھے تو اس جرم کے بعد وہ مرتد اور واجب القتل ہیں، چنانچہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کتاب الخراج میں لکھتے ہیں:

وأیما رجل مسلم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او کذبہ او عابہ اوتنقصہ فقد کفر باللہ وبانت منہ زوجتہ، فان تاب وإلا قتل ، (کتاب الخراج ص ۱۹۷-۱۹۸)

"جس مسلمان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی، یا آپؐ کی کسی بات کو جھٹلایا، یا آپؐ میں کوئی عیب نکالا یا آپؐ کی تنقیص کی وہ کافر و مرتد ہو گیا اور اس کا نکاح ٹوٹ گیا، پھر اگر وہ اپنے اس کفر سے توبہ کر (کے اسلام و نکاح کی تجدید کر) لے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کر دیا جائے"۔

علامہ شامیؒ "تنبیہ الولاۃ والحکام" میں علامہ تقی الدین سبکی کی کتاب "السیف المسلول علی من سب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم" سے نقل کرتے ہیں:

"قال الامام خاتمۃ المجتھدین تقی الدین ابوالحسن علی بن عبدالکافی السبکی رحمہ اللہ تعالیٰ فی کتابہ السیف المسلول علی من سب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم قال القاضی عیاض اجمعت الامۃ علی

قتل منتقصه من المسلمين وسابه قال ابوبكر ابن المنذر اجمع عوام اهل العلم على ان من سب النبی صلى الله عليه وسلم عليه القتل وممن قال ذلك مالك بن انس والليث واحمد واسحٰق وهو مذهب الشافعی قال عياض وبمثله قال ابوحنيفة واصحابه والثوری واهل الكوفة والاوزاعی فی المسلم وقال محمد بن سحنون اجمع العلماء على ان شاتم النبی صلى الله تعالیٰ عليه وسلم والمنتقص له كافر والوعيد جار عليه بعذاب الله تعالیٰ ومن شك فی كفره وعذابه كفر وقال ابوسليمان الخطابی لا اعلم احدا من المسلمين اختلف فی وجوب قتله اذا كان مسلما ۔

(رسائل ابن عابدین ج ۱۰ ص ۳۱۶)

" امام خاتمۃ المجتہدین تقی الدین ابی الحسن علی بن عبدالکافی السبکیؒ اپنی کتاب " السیف المسلول علی من سب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم " میں لکھتے ہیں کہ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ امت کا اجماع ہے کہ مسلمانوں میں سے جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں تنقیص کرے اور سب وشتم کرے وہ واجب القتل ہے ، ابوبکر ابن المنذر فرماتے ہیں کہ تمام اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سبّ شتم کرے اس کا قتل واجب ہے ، امام مالک بن انس ، امام لیث ، امام احمد اور امام اسحٰق اسی کے قائل ہیں اور یہی مذہب ہے امام شافعیؒ کا ، قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ اس طرح کا قول امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب سے اور امام ثوریؒ سے اور اہل کوفہ سے اور امام اوزاعیؒ سے شاتم رسولؐ کے بارے میں منقول ہے ، امام محمد بن سحنون فرماتے ہیں کہ علماءؒ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے والے اور آپؐ کی شان میں گستاخی کرنے والے کے کفر پر اجماع کیا ہے ، اور ایسے شخص پر عذاب الٰہی کی وعید ہے اور جو شخص ایسے موذی کے کفر وعذاب میں شک وشبہ کرے وہ بھی کافر ہے ، امام ابوسلیمان الخطابیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے کوئی ایسا مسلمان معلوم نہیں جس نے ایسے شخص کے واجب القتل ہونے میں اختلاف کیا ہو ۔"

اور علامہ ابن عابدین شامیؒ لکھتے ہیں :

"فنفس المومن لا تشتفی من ھذا الساب اللعین ۔ الطاعن فی سید الاولین والاخرین الا بقتلہ وصلبہ بعد تعذیبہ و ضربہ فان ذلک ھواللائق بحالہ الزاجر لامثالہ عن سیئ افعالہ "۔ (رسائل ابن عابدین ص۳۴۷ ج ۱)

" جو ملعون اور موذی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عالی میں گستاخی کرے اور سبّ و شتم کرے اس کے بارے میں مسلمانوں کے دل ٹھنڈے نہیں ہوتے جب تک کہ اس خبیث کو سخت سزا کے بعد قتل نہ کیا جائے یا سولی پر نہ لٹکایا جائے ، کیونکہ وہ اسی سزا کا مستحق ہے ، اور یہ سزا دوسروں کے لئے موجب عبرت ہے "۔

میں نے یہ چند حوالے بطور نمونہ نقل کئے ہیں ، ورنہ مذاہب ائمہ کی کتابوں میں اس قسم کی بے شمار تصریحات موجود ہیں ۔ اور علمائے امت نے اس مسئلہ پر مستقل کتابیں تالیف فرمائی ہیں ۔

الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ کی اہانت و بے ادبی کرنے والوں کے بارے میں تمام فقہائے امت کا فتویٰ یہ ہے کہ ایسے لوگ اگر پہلے مسلمان تھے تو اس گستاخی کے بعد وہ کافر و مرتد ہوگئے ، ان کا نکاح ٹوٹ گیا ، ان پر لازم ہے کہ اپنے اس کفر و ارتداد سے توبہ کریں ، از سرِ نو اسلام لائیں ، اپنے نکاح کی تجدید کریں ، اور اگر ان پر حج فرض ہے تو دوبارہ حج بھی کریں خواہ وہ پہلے حج فرض ادا کر چکے ہوں ، کیونکہ اس ارتداد کی وجہ سے ان کی سابقہ تمام نیکیاں اکارت ہوگئیں ۔

اس پر تمام ائمہ فقہاً کا اتفاق ہے کہ اگر ایسے موذی اپنے کفر سے توبہ نہیں کرتے اور اپنے ایمان و نکاح کی تجدید نہیں کرتے تو یہ مرتد اور واجب القتل ہیں ۔ لیکن اس مسئلہ میں اختلاف ہوا ہے کہ توبہ کے بعد ان سے سزائے قتل ساقط ہو جائے گی یا نہیں ؟ امام مالکؒ اور امام احمدؒ کا فتویٰ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت ایسا جرم ہے کہ توبہ کے بعد بھی سزائے قتل ساقط نہیں ہوتی بہت سے فقہائے حنفیہ و شافعیہ نے اسی پر فتویٰ دیا ہے ، لیکن امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کا راجح قول یہ ہے کہ توبہ کرنے اور دوبارہ اسلام لانے کے بعد ان سے سزائے قتل ساقط ہو جائے گی ، اس مسئلہ کی تفصیل حافظ ابن تیمیہؒ کی کتاب " الصارم المسلول علی شاتم الرسول " میں ، علامہ تقی الدین السبکیؒ کی کتاب " السیف المسلول علی من سب الرسول " میں ، قاضی عیاضؒ کی

"الشفا" میں اور علامہ شامیؒ کے رسالہ "تنبیہ الولاۃ والحکام علی شاتم خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم" میں ملاحظہ فرمائی جائے۔ بہرحال اس پر اتفاق ہے کہ توبہ کے بعد بھی ایسے لوگوں پر مناسب تعزیر جاری کرنا لازم ہے۔

تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵ سی مجریہ ایکٹ ۱۹۸۴ء میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کا ارتکاب کرنے والوں کے لئے سزائے موت تجویز کی گئی ہے، جس کا اقتباس درج ہے:

**[295-C. Use of derogatory remarks, etc., in respect of the Holy Prophet : Whoever by words, either spoken or written, or by visible representation, or by any imputation, innuendo, or insinuation, directly or indirectly, defiles the sacred name of the Holy Prophet Muhammad (peace be upon him) shall be punished with death, or imprisonment for life, and shall also be liable to fine.

"۲۹۵ (سی) نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان میں اہانت آمیز کلمات کا استعمال

جو شخص الفاظ کے ذریعے خواہ زبان سے ادا کئے جائیں یا تحریر میں لائے گئے ہوں، یا دکھلائی دینے والی تمثیل کے ذریعہ یا بلا واسطہ یا بالواسطہ تہمت یا طعن یا چوٹ کے ذریعہ نبی کریم (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس نام کی بے حرمتی کرتا ہے اس کو موت یا عمر قید کی سزا دی جائے گی اور وہ جرمانہ کا بھی مستوجب ہوگا۔

ہمارے ہاں پولیس کے ادارے کو "قانون نافذ کرنے والے ادارے" کے طور پر تعبیر کیا جاتا ہے۔ لیکن زیر بحث کیس میں پولیس کے اعلیٰ حکام نے، اور صدر مملکت سے لے کر صوبائی وزراء تک نے جو کردار ادا کیا، اس کا اظہار بھی ضروری ہے۔ کراچی کے ایک نوجوان وکیل جناب سید اقبال حیدر صاحب نے ڈی آئی جی پولیس کو درخواست دی کہ اس اشتہار کے ذمہ دار افراد کے خلاف مقدمہ رجسٹرڈ کیا جائے، لیکن ڈی آئی جی نے اس سے انکار کر دیا، اور ہزار کوشش کے باوجود اس نے مقدمہ رجسٹرڈ کرنے کی اجازت نہیں دی۔

اس کے بعد جناب اقبال حیدر صاحب نے "صدر محترم اسلامی جمہوریہ پاکستان کے نام درج ذیل درخواست رجسٹرڈ ڈاک سے بھیجی:

" محترم جناب ! روزنامہ جنگ کراچی میں مورخہ ۱۰ مارچ کو" یونیز اگارمنٹ" کا اشتہار شائع ہوا، جس میں جان بوجھ کر" یونیز اگارمنٹ" کے مالک، "بیراگون پبلسٹی" کے مالک اور ادارہ جنگ کے عملہ نے یہودی لابی کی سازش کے تحت توہین رسالت کا ارتکاب کیا ہے۔ اشتہار کی کاپی منسلک ہے۔

جناب عالی ! اگر ان لوگوں کو قرار واقعی سزا نہ دی گئی تو آئندہ آپ ان حرکات سے کسی کو نہ روک سکیں گے، اور یہ واقعہ ایسے تمام مجرموں کے لئے حوصلہ افزائی کا موجب ہوگا۔ ویسے ہم مسلمان بھی اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکیں گے۔"

اس درخواست کی کاپی مع اشتہار کے درج ذیل افراد کو بھیجی گئی :

وزیر اعظم پاکستان	ہوم سیکرٹری سندھ
وفاقی وزیر داخلہ	اپوزیشن لیڈر سندھ اسمبلی
وفاقی وزیر قانون	صوبائی وزیر داخلہ
متحدہ اپوزیشن لیڈر	آئی جی سندھ
وزیر اعلیٰ سندھ	ڈی آئی جی کراچی
وزیر اعلیٰ پنجاب	کمشنر کراچی
وزیر اعلیٰ سرحد	میئر کراچی
وزیر اعلیٰ بلوچستان	تمام پبلسٹی ادارے

یہاں یہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں کہ پریس کے قوانین کے تحت ملک میں جو اخبار، رسالہ یا کتاب چھاپی جاتے اس کی کاپیاں صوبائی و مرکزی محکمہ اطلاعات کے علاوہ دیگر کئی اداروں کو بھیجنا لازم ہے، اور حکومت میں متعدد شعبے اس پر بھی مامور ہیں کہ ملک میں چھپنے والی ہر چیز کو بغور پڑھا جائے۔ اور ہر اہم اور ضروری چیز صدر مملکت، وزیر اعظم، صوبائی گورنر، صوبائی وزرائے اعلیٰ اور محکمہ اطلاعات کے مرکزی و صوبائی وزراء کے علم میں لائی جائے۔

اس لئے مندرجہ بالا درخواست، جو" صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان" کے نام بھیجی گئی اور جس کی کاپیاں وزیر اعظم، وزرائے اعلیٰ اور دیگر ارباب اقتدار کو بھیجی گئیں، یہ کوئی ایسی اطلاع نہیں تھی جس سے ہمارے بیدار مغز ارباب حکومت بے خبر ہوں، اس کے باوجود ارباب اقتدار میں سے کسی

نے اس درخواست کو لائق التفات نہیں سمجھا، گویا ہمارے "ارکانِ دولت" کی نظر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کوئی اہمیت نہیں رکھتی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس نام کی بے حرمتی ایسی چیز نہیں جس پر کسی قانونی کارروائی کی ضرورت محسوس کی جائے۔ جس ملک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس طرح توہین کی جارہی ہو، اور اس کے اربابِ حکومت مہر بلب ہوں، اور جہاں سلیمان رُشدیوں کا راج ہو، اہلِ نظر ہی بتا سکتے ہیں کہ ایسا ملک دارالاسلام ہے یا دارالکفر؟ کیا اس کے بعد ہمارے لئے قہرِ الٰہی سے بچنے کی توقع کی جاسکتی ہے؟

ہر طرف سے مایوس ہو کر جناب اقبال حیدر صاحب نے عدالت عالیہ سندھ میں ڈی آئی جی کے خلاف رٹ پٹیشن دائر کی ہے اور عدالت سے درخواست کی ہے کہ ڈی آئی جی کو حکم دیا جائے کہ توہین رسالت میں ملوث افراد کے خلاف مقدمہ درج کر کے قانونی کارروائی کریں تا دمِ تحریر یہ درخواست عدالت عالیہ کے فیصلے کی منتظر ہے، دیکھئے اسے لائق سماعت سمجھا جاتا ہے یا نہیں۔

یہ تمام صورتحال بادل نخواستہ زبان قلم پر آئی۔ میں ان دس کروڑ فرزندانِ اسلام سے جو قیامت کے دن محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی امید رکھتے ہیں، صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ امت بانجھ ہوگئی ہے؟ اور اب اس میں کوئی غازی علم الدین شہید پیدا نہیں ہوتا جو اس قسم کے موذیانِ رسولؐ کی نجاست سے خدا کی زمین کو پاک کرے۔

آخر میں میں ان تمام افراد اور اداروں کے ارکان سے، جو اس سنگین گستاخی میں ملوث ہوئے ہیں، ان کی خیرخواہی کے لئے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تاویلات کے ذریعے اس بے ہودہ جرم پر پردہ ڈالنے کی کوشش نہ کریں۔ بلکہ اخلاقی جرأت سے کام لے کر بذریعہ اخبار اپنے جرم کا اعتراف و اقرار کریں اور سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ عالی میں توبہ کر کے اسلام کی تجدید کریں، اپنے نکاح دوبارہ پڑھائیں اور روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے معافی مانگیں، ورنہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطشِ شدید کی چکی میں ایسے پسیں گے کہ دیکھنے والوں کو رحم آئے گا۔ خدا کے قہر سے ڈریں اور اپنی دنیا و عاقبت برباد نہ کریں۔

علامہ ابن عابدین شامیؒ لکھتے ہیں۔

"قال الامام السبکی رحمہ اللہ تعالیٰ اعلم انا وان اخترنا

ان من اسلم وحسن اسلامه تقبل توبته ويسقط قتله و
هو ناج فی الآخرة ولكنا نخاف علی من يصدر ذلك منه خاتمة
السوء نسال الله تعالیٰ العافية فان التعرض لجناب النبی صلی
الله تعالیٰ عليه وسلم عظيم وغيرة الله له شديدة وحمايته
بالغة فيخاف علی من وقع فيه بسب اوعيب لوتنقص او
امرما ان يخذله الله تعالیٰ ولا يرجع له ايمان ولا يوفقه لهدايته
ولهذا تری الكفرة فی القلاع والحصون متی تعرضوا لذلك هلكوا و
كثير ممن رأيناه وسمعنا به تعرض لشئ من ذلك وان نجا من
القتل فی الدنيا بلغنا عنهم خاتمة ردية نسال الله تعالیٰ
السلامة وليس ذلك ببدع لغيرة الله لنبيه صلی الله عليه
وسلم وما من احد وقع فی شئ من ذلك فی هذه الازمنة مما
شاهدناه اوسمعناه الالم يزل منكوسا فی اموره كلها فی حياته
ومماته فالحذر كل الحذر والتحفظ كل التحفظ وجمع اللسان و
القلب عن الكلام فی الانبياء الا بالتعظيم والاجلال والتوقير
والصلاة والتسليم وذلك بعض ما اوجب الله تعالیٰ لهم من
التعظيم"

(رسائل ابن عابدین ص۳۵۳ ج ۲)

ترجمہ " امام سبکیؒ فرماتے ہیں کہ اگرچہ ہم نے اسی کو ترجیح دی ہے کہ جو شخص
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کے بعد تائب ہو جائے، دوبارہ اسلام قبول
کرلے اور حُسن اسلام کا مظاہرہ کرے اس کی توبہ قبول کی جائے گی اور اس سے
قتل کی سزا ساقط ہو جائے گی اور وہ آخرت میں ناجی ہوگا، لیکن جس شخص سے
ایسی چیز صادر ہو، ہمیں اس کے حق میں سوءِ خاتمہ کا اندیشہ ہے "اللہ تعالیٰ پناہ
میں رکھے" کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالی کی بے ادبی نہایت سنگین جرم
ہے اور اس معاملے میں حق تعالیٰ شانہ کی غیرت نہایت شدید ہے اس لیے جو شخص
کسی ایسی چیز کا مرتکب ہو اس کے بارے میں شدید اندیشہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے
توفیق سے محروم کردیں اس کا ایمان واپس نہ لوٹائیں اور اسے ہدایت کی توفیق

نہ دیں ۔"

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ سیدنا محمد وآلہٖ واصحابہٖ واتباعہٖ اجمعین ۔

تذییل

یہ ناکارہ نمازِ عصر تک "بصائر و عبر" کی مندرجہ سطور مکمل کر کے قبیل مغرب گھر پہنچا۔ مغرب کے بعد ایک دوست نے میرے نام ایک پرچہ بھیجا، جس میں تحریر تھا:

" بندہ آج بعد نمازِ ظہر کچھ دیر کے لئے سو گیا تھا ۔ خواب میں دیکھا کہ تُو ایک بڑے مجمع کو وعظ کر رہا ہے ۔ بندہ تیری بائیں جانب بالکل قریب بیٹھا ہے ۔ تُو نے مجھ سے کہا: 'سَیُصِیبُ' کی آیت کہاں ہے؟ میں نے عرض کیا ۲۶ ویں پارے میں ہے ۔ تو نے کہا یہ نہیں، میں نے پھر عرض کیا کہ ۸ ویں پارے میں ہے اور یہ آیت پڑھ کر سنائی:

سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا صَغَارٌ عِندَ اللَّهِ وَعَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَمْكُرُونَ ۔ (الانعام : ۱۲۴)

"عنقریب ان لوگوں کو، جنھوں نے یہ جُرم کیا ہے، خدا کے پاس پہنچ کر ذلت پہنچے گی اور سزائے سخت ان کی شرارتوں کے مقابلہ میں" (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

تو نے کہا، صحیح ہے، میں اس خواب سے پریشان ہوں اور جب آیت کا ترجمہ دیکھا تو پریشانی اور بڑھ گئی ۔"

اس ناکارہ نے ان صاحب کو جواب میں لکھا:

" میں آج سارا دن اسی آیت کا مضمون لکھتا رہا ہوں، شاید اسی کا اثر تو آپ کے قلب پر پڑا، خدا نہ کرے، کہ ہم اس آیت کا مصداق بنیں ۔"

یہ خواب اور اس آیت کا مضمون بھی اس ناکارہ کی تائید کرتا ہے کہ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک نام کی بے حرمتی کے جُرم میں ملوث ہوئے وہ اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب سے نہیں بچ سکتے، اور اربابِ اقتدار میں سے جو لوگ بھی ان مجرموں کی حمایت کریں گے وہ قہرِ الٰہی کا نشانہ بن کر رہیں گے، اس لئے ان پر لازم ہے کہ وہ صدقِ دل سے اس گناہ سے توبہ کا اعلان کریں اور اس کی تلافی کی کوشش کریں ۔

مسلمانوں کے لیے لمحۂ فکریہ

مندرجہ ذیل اشیاء میں خنزیر کی چربی کی ملاوٹ ہوتی ہے

متحدہ عرب امارات (U.A.E) کی حکومت نے پروفیسر امجد سقر (بیروت) کا ایک مقالہ مسلمانانِ عالم کی اطلاع و ہدایت کے لیے شائع کیا ہے جس میں بڑی عرق ریزی اور تحقیق کے بعد یورپ اور امریکہ کی ان چیزوں کی فہرست دی گئی ہے جن میں خنزیر کے جسم کا کوئی نہ کوئی جز و شامل کیا جاتا ہے۔ ان اشیاء میں صابن، کریم کے علاوہ کھانے پینے کی چیزیں مثلاً چاکلیٹ۔ بسکٹ۔ پنیر۔ ڈبل روٹی اور مشروبات شامل ہیں۔ مسلمانوں کا دینی فریضہ ہے کہ اس سلسلے میں حسبِ ذیل الفاظ کو خاص طور پر نوٹ کریں تاکہ جن چیزوں پر بھی یہ الفاظ لکھے ہوں، سمجھ لیں کہ ان میں خنزیر کی چربی، گوشت وغیرہ شامل ہیں۔ ان چیزوں کو ہرگز استعمال نہ کریں۔ جس کو استعمال کرتا پائیں اس کے علم میں لائیں کہ یہ حرام ہے جس دکاندار کے پاس دیکھیں اس کی ایمانی حس سے اپیل کریں اور بتائیں کہ یہ چیزیں ہمارے مذہب (اسلام) میں حرام ہیں اور ان کا فروخت کرنا بھی حرام ہے۔

(۱) SWINE - HOG - PIG خنزیر کو کہتے ہیں۔

(۲) BACON HAM SPORKLE-PORK (نمکین گوشت) خنزیر کے گوشت کے مختلف نام ہیں۔

(۳) (LARD) خنزیر کی چربی

(۴) GELLO GELATIN (اگیلو گلیٹن) ایک سیال ہوتا ہے جس میں زیادہ جزو خنزیر کی کھال، ہڈیوں اور کھروں کا ہوتا ہے۔

(۵) PEPSIN (پیپسن) ایک دوا ہے جس میں خنزیر کا خون شامل ہوتا ہے۔

(۶) ANIMAL SHORTENING L-SHORTENING (ایل شارٹننگ اور اینمل شارٹننگ) ایک تیل ہوتا ہے جس میں عام طور پر کھانا پکایا جاتا ہے۔ اس میں زیادہ حصہ خنزیر کی چربی کا ہوتا ہے اور ایسے جانوروں کی چربی کا جو جھٹکا کرکے استعمال ہوتا ہے۔

کھانے پینے کی اشیاء کی فہرست جس میں یہ اجزاء شامل ہیں

(۱) PRINCE CHOCLATE پرنس چاکلیٹ (۲) KRAFT CHEESE (کرافٹ چیس

(۳) REMARK CHEESE ریمارک چیس

- ان دونوں کمپنیوں کے بنے ہوئے پنیر خنزیر کے دودھ پیتے بچے کے معدے سے بنائے جاتے ہیں۔
- یورپ اور امریکہ میں بنے ہوئے زیادہ تر بسکٹ، پیسٹریاں اور روٹیاں خنزیر کی چربی سے تیار کی جاتی ہیں
- PEPSI COLA اس مشہور مشروب میں PEPSIN ملائی جاتی ہے۔

حسب ذیل استعمال کی چیزوں میں LARD یعنی خنزیر کی چربی شامل کی جاتی ہے

(۱) CAMY SOAP کیمی سوپ (۲) LUX SOAP لکس سوپ (۳) AVERY SOAP ایوری سوپ (باقی صـ

(۴) ZICIT SOAP زکٹ سوپ (۵) SAIF GUARD سیف گارڈ (۶) LATA لاٹا
(۷) LISCAP لس کیپ (۸) BRT CREAM برل کریم یہ تمام چیزیں KOLGATE کالگیٹ ٹوتھ پیسٹ اور PLAMLEAF ان دونوں کمپنیوں کی بنی ہوئی ہیں۔ اسی طرح KOLGATE اور BORDEN FOOD بورڈن فوڈ کے بنے ہوئے ٹوتھ پیسٹ میں بھی خنزیر کی چربی ہوتی ہے۔
سائنسی تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ سوائے خنزیر کی چربی کے دیگر ہر جانور کی چربی انسانی جسم پر پگھل جاتی ہے اور خنزیر کی چربی عام طور پر (عورتوں میں) استعمال ہونے والی لپ سٹک (LIPSTICK) میں ملائی جاتی ہے۔
اللہ تعالیٰ ہمیں ان چیزوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

بقیہ :

واحسان وبغضهم كفــرو نفاق وطغيان	اس سے بغض رکھتے ہیں اور ان کا ذکر خیر ہی سے کرتے ہیں۔ ان کی محبت

دین، ایمان اور احسان ہے اور ان کا بغض کفر، نفاق اور سرکشی ہے۔
امام بخاری رحمہ اللہ صحابی کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں

من صحب النبي صلى الله عليه وسلم أو رآه من المسلمين فهو من اصحابه	مسلمانوں میں سے جس نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی یا آپ کی زیارت کی پس وہ آپ
صحیح البخاری ۷-۳	کے صحابہ میں سے ہے۔

صحابہ کرامؓ کی محبت ضروریاتِ دین میں سے ہے۔ اس لیے آپ نے جو دفاعِ صحابہؓ کا بیڑہ اٹھایا ہے یہ آپ کا مبارک عمل ہے۔ میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے اس مشن میں کامیاب و کامران فرمائیں اور اس کے نتیجے میں آخرت میں بلند درجات عطا فرمائے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان "قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ ثُمَّ اسْتَقِمْ" پر عمل کرتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جائیے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہیں۔

جناب مولانا سید محمد متین صاحب ہاشمی ایم۔اے (فاضل دیوبند)

مدیر اعلیٰ سہ ماہی "منہاج" وڈائرکٹر ریسرچ سیل دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور

حضرت العلامہ مولانا قاضی مظہر حسین صاحب اطال اللہ بقاءکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ماہنامہ "حق چاریارؓ" پڑھتا ہوں اور جناب والا کی درازیٔ حیات اور ازدیار روحانیت کے لیے دعا کرتا ہوں ؏ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

جناب والا نے جس وادی میں قدم رکھ دیے ہیں فی الحال پاکستان میں اس وادی کو وادیٔ پُرازخار کہا جائے گا، تاہم آپ جیسے اصحابِ عزیمت اور عظیم اسلاف کے عظیم اخلاف سے بجا طور پر یہ امید کی جا سکتی ہے کہ انشاء اللہ العزیز آپ کامیاب و بامُراد گزریں گے آپ کا علم، خلوص، تقویٰ، اسلاف کا اتباع، جذبۂ جہاد اور رگِ باطل کے لیے تیغ براں ہونا آپ کی کامیابی کی ضمانت ہے۔ ہمارے اسلاف نے فکر سود وزیاں سے بے پرواہ ہو کر عقائد اسلامی کے تحفظ کے لیے ہمیشہ جان لڑائی ہے۔ آپ جیسے حضرات کو دیکھ کر بے ساختہ حالی کا یہ مصرعہ یاد آتا ہے

؏ ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں

جناب علامہ غلام مصطفیٰ احسن صاحب فاضل مدینہ یونیورسٹی رئیس جامعہ محمدیہ للبنات فیصل آباد

ماہنامہ "حق چاریارؓ" کے تین شمارے ملے، ماشاء اللہ "حق چاریارؓ" ظاہری و باطنی خوبیاں

سے آراستہ و پیراستہ، حضرت سید نفیس الحسینی مدظلہ کے دستِ مبارک کا لکھا ہُوا سرورق نورٌ علیٰ نور مضامین تحقیقی اور دلآویز، نظم و اشعار کا انتخاب لاجواب و برمحل!

یہ سب کچھ اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار و محبت اور عقیدت کا ثمرہ ہے اور اس قلمی جہاد میں شریک جملہ رفقاء کے دین و ایمان اور احسان پر ایک واضح دلیل ہے۔

محترمی! یہ اللہ تعالیٰ کا خاص نظام ہے کہ روزِ اوّل سے ہی حق و باطل، ایمان و کفر اور توحید و شرک کی طاقتوں کا ٹکراؤ رہا ہے اور باہمی عداوت و دشمنی رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جب اسلام کو شان و شوکت عطا فرمائی اور باطل کو کھل کر اسلام اور بانیٔ اسلام کی مخالفت کی طاقت نہ رہی تو اس نے دشمنی کا انداز بدل ڈالا اور وہ انداز یہ تھا کہ بانیٔ اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیاروں اور آپ کے حب داروں کو بدنام کیا جائے۔

اس طرح کا سب سے پہلا حملہ ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر عبداللہ بن ابی سلول نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں اس وقت کیا جبکہ وحی کا سلسلہ جاری تھا اور اللہ جلّشانہٗ نے وحی کے ذریعے سورۃ نور میں آیت نمبر ۱۱ سے لے کر آیت نمبر ۳۲ تک ماں عائشہ رضی اللہ عنہا کی صفائی بیان فرما کر اس سازش کے تانا بانا بننے والوں کو ذلیل و خوار فرمایا۔

اس کے بعد عبداللہ بن سبا یہودی نے اہلِ بیت سے محبّت کے نام پر ایک طرف تو خلفائے ثلثہ سے عداوت کی داغ بیل ڈالی اور دوسری طرف سادہ لوح لوگوں کے صحیح عقائد کا اپنے جد امجد پطرس کی طرح خون کیا اور امت میں شیعانِ علی کے نام سے افتراق و انشقاق کی داغ بیل ڈالی۔

موجودہ دَور میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبّین اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان میں عبداللہ بن ابی سلول کی اولاد، عبداللہ بن سبا کے پوتوں اور مؤیدالدین علقمی کے نواسوں نے تو گستاخی کا فریضہ انجام دینا ہی تھا لیکن صدمہ اس بات کا ہے کہ بعض نیم اسلامی سیاسی جماعتوں کے سربراہ جنہیں بعض لوح اور دین سے بے خبر لوگ بین الاقوامی اسلامی شخصیت کے طور پر پیش کرتے ہیں یا جانتے ہیں وہ بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پیچھے لٹھ لے کر پڑے ہوئے ہیں اور رافضی اور شیعہ لوگوں کے شانہ بشانہ قدم بقدم چل رہے ہیں۔ نتیجتاً اُمّت

کے بہت سے افراد کو نہ صرف سبائیوں کا مدح خواں بنا کر رکھ دیا ہے بلکہ ان کی جھولی میں ڈال دیا ہے حالانکہ امام ابوزرعہ الرازی فرماتے ہیں:

اذا رأیت الرجل ینقص احداً من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاعلم انہ زندیق وذلک ان الرسول صلی اللہ علیہ وسلم عندنا حق والقرآن حق وانما ادّی الینا ھذا القرآن والسنن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانما یریدون ان یجرحوا شھودنا لیبطلوا الکتاب والسنۃ، والجرح بھم اولی وھم زنادقہ

(الکفایۃ للخطیب ص ۹۷)

جب تو دیکھے کہ کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی کی توہین کر رہا ہے تو جان لے کہ وہ زندیق ہے اور یہ اس لیے کہ ہمارے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق ہیں اور قرآن پاک حق ہے اور سوائے اس کے نہیں کہ ہمیں یہ قرآن اور حضور پاک کی سنتیں صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنچائیں۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ہمارے گواہوں کو مجروح قرار دیں تاکہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو باطل قرار دے سکیں حالانکہ جرح کے زیادہ لائق یہی لوگ ہیں اور یہ زندیق ہیں۔

امام طحاوی رح نے عقیدۂ طحاویہ میں اہل سنت کا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں یہ عقیدہ بیان کیا ہے

ونحب اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا نفرط فی حب احد منھم ولا نتبرأ من احد منھم ونبغض من یبغضھم وبغیر الخیر یذکرھم ولا نذکرھم الا بخیر وحبھم دین وایمان

اور ہم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے ہیں اور ان میں سے کسی ایک کی محبت میں حد سے تجاوز نہیں کرتے اور نہ ہی ان میں سے کسی ایک سے برأت ظاہر کرتے ہیں۔ جو ان سے بغض رکھے اور ان کا ذکر بغیر خیر کے کرے

بقیہ ص ۱۹ پر

یا اللہ مدد
اصل کلمہ اسلام
لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
نظامِ خلافتِ راشدہ زندہ باد
خلافتِ راشدہ حق چار یار
اکابرین اہلِ سنت والجماعت کی اجماعی و اتفاقی تحقیقات پر اعتماد کرنے والے۔ اور جدید پیشہ ور نام نہاد محققین کی جدید پیشہ ورانہ تحقیقات سے بچنے والے حضرات کے لیے
مسلمانانِ اہلِ سنت والجماعت کے لیے ایک نادر تحفہ
پہلی سالانہ
حق چار یار جنتری ۱۹۹۰ء
خالص سنی حنفی عقائد و نظریات پر مشتمل جنتری پوری آب و تاب کے ساتھ منظرِ عام پر آچکی ہے
مرتب: ابوالاحسن حافظ عبدالحق خان بشیر نقشبندی (گجرات)
اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ دینِ متین کو سب سے زیادہ نقصان پہنچانے والی قوتوں میں "رافضیت" اور "خارجیت" دونوں سرِفہرست ہیں۔ رافضی حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان ذوالنورینؓ کا دشمن ہے اور خارجی حضرت علی المرتضیٰؓ کا۔ ان دونوں باطل فرقوں کے ابطال کے لیے "حق چار یارؓ" کا عنوان خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اسی اہمیت کے پیشِ نظر سالانہ حق چار یارؓ جنتری شائع کی گئی ہے۔
حق چار یارؓ جنتری کے چند اہم مضامین
صحابہ کرامؓ اور خلفائے راشدینؓ کے متعلق ضروری عقائد
مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنویؒ
حرمتِ صحابہؓ — علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ
حجیتِ حدیث — مولانا محمد سرفراز خان صفدر
اصطلاح چار یارؓ۔ قدیم یا جدید — حافظ عبدالحق خان بشیر
خارجیت کے جدید شگوفے — ״
پاکستان میں رافضیت کا سیلاب
کیا اذانِ فجر میں "الصلوٰۃ خیر من النوم" کا جملہ حضرت فاروق اعظمؓ کی ایجاد ہے؟ — ״
نقیبِ ختمِ نبوت یا نقیبِ خارجیت — ״
تحریک خدام اہلسنت کا تعاون — عبدالرشید اشرفی
مولوی ضیاء الرحمٰن فاروقی کی ادھوری وضاحت — مرتب
عقیدہ خلافتِ راشدہ اور مسلک علماءِ دیوبند — مرتب
بانی تحریک خدام اہلسنت کی سیاسی و مذہبی خدمات — مرتب
نظریہ فسقِ یزید اور مسلک علماءِ دیوبند — مرتب
پاکستان میں خارجیت کا طوفان — مرتب
عقائد اہلسنت والجماعت — مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ
حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹی اور ان کی خارجیت — مرتب
حرمین الشریفین کو کھلا شہر قرار دینے کی خطرناک سیاسی تحریک — مرتب
بانی تحریک خدام اہلسنت پر الزامات کا تحقیقی جائزہ — مرتب
کیا ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا بدعتِ فاروقی ہے؟ — مرتب
اتحاد و یکجہتی کے مسلمہ عالمگیر اصول — مرتب
کیا ۲۰ رکعت نماز تراویح (باجماعت) بدعتِ فاروقی ہے؟ — مولانا صوفی عبدالحمید سواتی
مشاجراتِ صحابہؓ اور مسلک علماءِ دیوبند — مرتب
دفاع حضرت امیر معاویہؓ اور مولانا قاضی مظہر حسین
مولانا محمد سرفراز خان صفدر کا سوانحی خاکہ — حافظ محمد عمار خان ناصر
دارالعلوم دیوبند، علم کا گہوارہ۔ آزادی کی چھاؤنی — شبیر احمد سواتی
ناشر: شعبہ نشر و اشاعت تحریک خدام اہلسنت پاکستان، گوجرانوالہ ڈویژن
ملنے کے پتے: مدرسہ حیات النبیؐ محلہ حیات النبیؐ گجرات
ادارہ حق چار یار مدینہ بازار، ذیلدار روڈ، اچھرہ، لاہور

حق کا بول بالا ہونے والا ہے

خوست (افغانستان) کے محاذِ جنگ سے واپس آتے ہوئے

حضرۃ شاہ نفیس الحسینی دامت برکاتہم

بحمد اللہ حق کا بول بالا ہونے والا ہے
سیاہی چھٹ رہی ہے اب اُجالا ہونے والا ہے

سوادِ خوست سے دشمن خُدا کے بھاگنے کو ہیں
مسلمانوں کا قبضہ لامحالہ ہونے والا ہے

کوئی کابل میں جا کر یہ نجیب اللہ سے کہہ دے
تہ و بالا ترا ایوانِ بالا ہونے والا ہے

بہت اچھا، تُو کر لے ظُلم، جتنا ہو سکے تجھ سے
ترا اے رُوسیہ! مُنہ اور کالا ہونے والا ہے

شہیدوں کے لہو سے خوست کو سیراب ہونا ہے
یہ خطہ آج کل میں کشتِ لالہ ہونے والا ہے

شہادت چاہنے والو! مُبارک وقت آ پہنچا
تمہارا زیب تن، خُلدی دوشالہ ہونے والا ہے

مُجاہد! ناز کر اپنے مُقدر پر کہ تُو کل کو
شہیدانِ اُحُد کا ہم پیالہ ہونے والا ہے

امیرِ مُحترم سیف اللہ اختر کو مُبارک ہو
کہ اُن سے کارنامہ اِک نرالا ہونے والا ہے

یہ کام اہلِ جُنوں کا ہے، وُہی اِس کو سمجھتے ہیں
یہ کام اہلِ خِرد سے بالا بالا ہونے والا ہے

نفیس ایمان کہتا ہے، مرا وجدان کہتا ہے
ظہورِ نصرتِ باری تعالیٰ ہونے والا ہے

کتابت: محمد جمیل حسن تلمیذ حضرت سید نفیس رقم صاحب مدظلہ